اکوڑہ خٹک ـــــ تاریخ کی روشنی میں

پروفیسر محمد افضل رضا صاحب
اکوڑہ خٹک

جناب پروفیسر محمد افضل رضا صاحب معروف سکالر، ادیب، مورخ اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ کے مخلصین و معتقدین سے ہیں انہیں ابتدائے شعور ہی سے حضرت شیخ سے عقیدت و محبت اور ان کی مجالس میں حاضری کی سعادتیں اور ان کی شفقتیں حاصل رہیں، درج ذیل مقالہ موصوف نے اکوڑہ کی تاریخ پر لکھا ہے اور " دارالعلوم حقانیہ کے موضوع پر بھی موصوف کی تحریر دارالعلوم سے متعلق باب میں درج ہے۔ (ادارہ)

افغانوں کا شجرہ نسب

قدیم تاریخی کتب بالخصوص جوینی کی " تاریخ جہانگشا " اور حمداللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ، محمد بن علی کی " مجمع الانساب " خواجہ نصیر الدین طوسی کی " تاریخ اصناف المخلوقات " اور ان کتب کے بعد سب سے پہلے لکھی جانے والی پشتون قوم کی جامع تاریخ نعمت اللہ ہروی کی " تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی (تالیف ۱۰۲۱ھ) اور دیگر مشہور پشتون اور غیر پشتون مورخین کی اہم تاریخی تالیفات اور تحقیقی کتب کے مطابق بنی افغان کا نسب سے بڑا سردار قیس تھا، بنی اسرائیل، بنی افغان اور بنی اعمام غور کے نواحی پہاڑوں میں بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس سے جلاوطنی کے بعد سکونت پذیر تھے۔

قیس کا شجرہ ۳۰ واسطوں سے ملک طالوت اور ۴۵ واسطوں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ۶۳ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن حلبذر بن اسکندر بن ریمان بن عقیق بن مہاول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عشم بن فہاول بن کرم بن عمال بن حذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشموتیل بن ارون بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول سلم بن افغنہ (افغان) بن ارمیا بن سارول الملقب بہ ملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روتیل یا بنیامین بن یہودا بن حضرت یعقوب علیہ السلام بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ (آزر) بن ناخور بن سروغ بن سارمغ بن حضرت ہود علیہ السلام بن غابر بن شالخ بن ارفحشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن لمک بن متوشلخ بن حضرت ادریس علیہ السلام بن یزد بن مہلائل بن انوش بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام[1]

قیس کا قبول اسلام

مذکورہ تاریخی کتب اور دیگر سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد ۹ھ میں عربوں کے وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قیس بھی حضرت خالدؓ کے توسط سے آنحضرتؐ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ قبول اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کا عراقی نام بدل کر عبدالرشید رکھا اور " بطان " کے خطاب سے نوازا۔ فرمایا۔ اسلام کی خدمت کے لیے اس قبیلے کی کثرت واستحکام کو وہی بنیادی حیثیت حاصل ہوگی جو کشتی اور جہاز کے نیچے والی اس لکڑی کو حاصل ہوتی ہے جس پر کشتی یا جہاز کی عمارت استوار کی جاتی ہے یہی بطان بعد میں پٹھان کہلایا۔

قبیلۂ خٹک خٹک افغانوں کے مشہور نسلی طبقے کرلانی (کرلانی) کی ایک بہت بڑی شاخ کی حیثیت سے معروف ہیں۔

---

[1] " مجمع الانساب " " واصناف المخلوقات " بحوالہ تاریخ مخزن افغان خواجہ نعمت اللہ ہروی اردو ترجمہ ص۱۱۱ (مترجم بشیر حسین) اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۷۸

[2] مخزن افغانی ص۱۱۱ / ۱۱۹

کرلانیوں کے بارے میں بیشتر مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فاضل پشتون محقق شیر محمد خان گنڈا پور اپنی فارسی تالیف "تواریخ خورشید جہاں" (تالیف ۱۳۱۱ھ) کے صفحہ ۲۲۶ پر مختلف افغان قبیلوں کے تذکرے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں،

"اما بدانست مولف رسالہ ہذا ایں اکثر طوائف از شاخہائے قدیمہ افغان بن ارمیا اند کہ منسوم شدن طائفہ افغان بر پنج طبقہ سہ طبقہ بنام اولاد سہ فرزندان قیس عبدالرشید پٹھان یعنی سڑبنی و غرغشتی و بٹنی قرار یافتہ و دو طبقہ ازاں افاغنہ وصلی، یک طبقہ متی ضحاک نژاد و دیگر طبقہ کرلانی بنام کرلان متبنی عبداللہ ارمڑ موسوم گردیدہ بسیاری از شاخہائے افاغنہ قدیمہ شامل ایں طبقہ شدند۔"

خٹک کی وجہ تسمیہ

اگرچہ خٹک کی وجہ تسمیہ کے بارے میں "لقمان (خٹک) پہ ختمہ لاڑ" یعنی چار بھائیوں اور چار عورتوں کی تقسیم کے من گھڑت افسانے میں "لقمان کیچڑ میں جا پھنسا۔ یعنی دھوکہ کھا گیا وغیرہ جیسی باتیں بیشتر تاریخی کتب میں درج ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر مورخین نے جن میں پروفیسر پریشان خٹک "مولف پشتون کون" سرفہرست ہیں۔ خٹک کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مزید تحقیق کی ہے۔ لیکن "پښتانۀ د تاریخ پہ رڼا کښې" (پشتون تاریخ کی روشنی میں) کے فاضل مولف استاد محترم سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل کی بیان کردہ توجیہہ زیادہ قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں: لفظ خٹک کے "دو جزو ہیں —

(۱) خٹ یعنی چٹان یا اونچی زمین اور "ک" نسبتی۔ مجموعہ لفظ کے معنی ہوئے خٹ یعنی چٹان سے منسوب یا چٹان اور اونچی زمین کے رہنے والے (ہائی لینڈرز) مقصد یہ کہ علاقے کی طبعی مناسبت کی وجہ سے ان لوگوں کو خٹک کہا جانے لگا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خٹک ایسا لفظ ہے جو علاقائی رشتے ظاہر کرتا ہے نہ کہ نسلیاتی رشتے"۔[۱]

بانیٔ اکوڑہ خٹک

خٹکوں کا مورث اعلیٰ لقمان (المعروف بہ خٹک) برہان بن کرلان کا فرزند تھا۔ تمام خٹک لقمان کے دو بیٹوں توربان اور بولاق کی اولاد میں شامل ہیں۔ قریہ اکوڑہ خٹک اور اکوڑ خیل خٹک، اکوڑ خان خٹک کے نام سے موسوم ہیں۔ اکوڑ خان کا شجرۂ نسب بارہویں پشت میں لقمان عرف خٹک سے یوں ملتا ہے۔

(۱) ملک اکوڑے (۲) ملک درویش محمد عرف چینجو ولد (۳) تمن یا اتمان ولد (۴) حسن ولد (۵) شیخ علی ولد (۶) عطایا ہوتے ولد (۷) بٹے ولد (۸) اتویا انزو ولد (۹) برگویٹ ولد (۱۰) تری ولد (۱۱) توربان ولد۔ (۱۲) لقمان المعروف خٹک[۲]

خٹکوں کے مقامات سکونت

اکثر پشتون اور غیر پشتون مورخین کا خیال ہے کہ خٹک ابتداء میں غزنی کے قریب لوگر کی زرخیز وادی میں رہائش پذیر تھے۔ "آج ضلع کرک جو شوال سے کوچ کے بعد خٹک قبیلے کا مرکزی علاقہ رہا ہے، کالواغر، لوگر کے تتبع میں ہے۔ اور اسی طرح بذات خود کرک بھی وہاں کی نشانیوں میں سے ایک ہے"... آثار و قرائن سے ثابت ہے کہ (وزیرستان کے) شوال سے ہجرت کر کے خٹک بنوں میں مختصر سے عرصے کے لیے نہر "سدراونڑ" اور اس کے قرب و جوار کے علاقے میں آباد رہے مگر یہ علاقوں کی ضروریات کے لیے کافی نہیں تھا جہاں سے مشرق کی طرف کوچ کر کے سوترہ کی وادی میں آ گئے... بعد میں کچھ لوگ جنوب کی طرف سوترہ کے ساتھ واقع درہ چیچلی سے نکل کر موجودہ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل میں آباد ہو گئے اور کچھ مشرق میں شکر درہ کی طرف پھیل کر دریائے سندھ کے پار تک موجودہ ضلع اٹک کے مغربی علاقے تک آباد ہو گئے۔ اوروں نے مغرب میں موجودہ ضلع بنوں کی سرحد سے لگے ہوئے تھل کے میدانی علاقے میں ڈیرے جما لیے اور دوسرے شمال اور شمال مغرب کی طرف لتمبر سے لے کر ولن تک جا بسے جس کے رستے میں بیٹری، کرلوغہ، گورگوری وغیرہ کے مشہور گاؤں آتے ہیں....

بعد ازاں خٹک کوہاٹ کے کافی علاقے پر قابض ہو گئے۔ بیٹری سے مشرق کی طرف لاچی سے ہوتے ہوئے شکاری اور گدا خیل گاؤں کی سرحد تک اور پھر دائیں طرف کو جا کر گمبٹ اور خوشحال گڑھ وغیرہ کے علاقوں نظام پور سے ہوتے ہوئے کوہ چراٹ کے علاقہ خوڑہ تک جا بسے۔ مگر شمال کو خوڑہ سے لے کر جنوب کے موجودہ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل تک اور موجودہ ضلع اٹک کے مغربی حصے سے کر مشرق میں ضلع بنوں کی سرحد تک اور شمال مغرب میں ولن سے کر جنوب مشرق میں کالاباغ کا سارا علاقہ ایک اکائی کی صورت میں ان کے ہاتھ آیا۔[۳] ضلع مردان کے علاقہ بیزئی میں بھی خٹک آباد ہیں۔

بنائے قصبہ اکوڑہ خٹک و بانیٔ اکوڑہ

ملک اکوڑے یا ملک اکو (بانیٔ قصبہ اکوڑہ خٹک) ابتداءً ساکن کرلوغہ اکبر اعظم (۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) کے زمانے میں اپنے اقرباء سے ناراض

---

[۱] شیخ رحمکار، سید بہادر شاہ ظفر صفحہ ۳۱۶۔ ۱۹۸۶ [۲] خوشحال خان خٹک۔ دوست محمد خان کامل صفحہ ۱۸ ادارہ اشاعت سرحد پشاور۔ ۱۹۵۱ء

[۳] پشتون کون، پروفیسر پریشان خٹک صفحہ ۳۰۹، صفحہ ۳۱۳ پشتو اکیڈمی پشاور۔ ۱۹۸۴ء

ہوکر خوڑہ نظام پور (موجودہ ضلع نوشہرہ) کی طرف چلا آیا اور روہ سونیالہ میں عارضی طور پر رہائش پذیر ہوا۔ ۹۸۹ھ میں اکبر اعظم نے نیلاب کے مقام پر بعض افغان سرداروں کو شاہی راستے (موجودہ جی ٹی روڈ نوشہرہ تا اٹک پل) کی حفاظت پر مامور کرنے کے لیے بلایا۔ سرداروں نے مغل شہنشاہ اکبر سے ملک اکوڑخان کے بارے میں بات کی جس نے اس وقت علاقہ خوڑہ میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مغل شہنشاہ نے ملک اکوڑخان کو بلا کر بڑی قدر افزائی کی اور یوں ملک اکوڑخان نے شاہی ملازمت اختیار کی اکبر نے ۱۵۸۵ء میں خیرآباد سے نوشہرہ تک کا علاقہ آپ کو بطور جاگیر بخشا اور ساتھ ہی مواشی و دیگر اموال کی آمد و رفت پر محصول کی وصولی کا اختیار دیا۔ علاوہ ازیں شاہی سڑک کی حفاظت بھی آپ کو سپرد کی گئی۔ ۴۱ سال تک ملک اکوڑ سے یہاں صاحب اختیار رہا۔

اکوڑخان نے ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) کے بعد قصبہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد ڈالی۔ اور یوں آپ کے نام کی مناسبت سے اکوڑہ خٹک مشہور ہوا۔ ابتدائی دور میں ملک اکوڑخان کے نام کے ٹکڑے ملک کی مناسبت سے ملک پوڑہ بھی مشہور رہا۔ لیکن شاہی (موجودہ جی ٹی) روڈ پر پشاور سے ۴۸ کلومیٹر مشرق کی جانب دریائے کابل کے کنارے واقع اس مقام کو ملک اکوڑخان کی آمد سے پہلے "سرائے" کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کاروباری لوگ تجارتی سفر اور آمد و رفت کے دوران قیام کیا کرتے تھے۔ ان کے اموال اور مواشی وغیرہ کے لیے اس علاقے میں یہ سرائے حفاظت کے لحاظ سے بھی اہم جگہ تھی۔ صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ/۱۱۰۰ء) نے بھی اسے سرائے کے نام سے یاد کیا ہے۔

اس وقت دورِ مغلیہ کے آثار میں سفید مسجد (برکنارِ دریائے کابل) شاہی لار (شاہی راستہ)۔ شیر شاہی دور کا، شیر شاہی کنواں (نزد جی ٹی روڈ) اور شیر شاہی دور اکبری کے مشہور پشتو رومان شاہی اور شہداء کی قبریں (نزد جی ٹی روڈ) مقبرہ شیخ اخ الدینؒ وغیرہ موجود ہیں۔ ابتداءً تو یہاں کی آبادی بہت کم تھی۔ لیکن بارہویں صدی ہجری میں یہاں گرد و نواح کی مختلف قومیں آباد ہوئیں۔ تاریخ پشاور کے مؤلف گوپال داس نے اپنی تاریخ کے صفحات ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸ پر اکوڑہ[1] کے ذیلی عنوان کے تحت اس قدیم قصبے پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ افضل خان خٹک مؤلف تاریخ مرصع (۱۰۷۶ھ تا ۱۱۸۳ء) کے زمانے میں یہاں اعوان خٹک، دلہ زاک، سید، شیخ، مغل، کشمیری، درانی اور دیگر اقوام کے علاوہ مختلف ہنروں اور پیشوں سے وابستہ افراد رہائش پذیر تھے۔

ہندو جوگیوں کے خلاف اکوڑخان کا اعلان جنگ

اگرچہ تاریخ پشاور کے ہندو مؤلف گوپال داس نے بانی اکوڑہ اکوڑہ خٹک کو بوجہ مذہبی تعصب اور ہندو جوگیوں کے خلاف اکوڑہ خان کے بزد آزمائی کی بناء پر اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا۔ تاہم یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ بنائے قصبہ اکوڑہ سے پہلے "اکوڑخان عنفوان شباب میں اپنے بھائی حسن خان اور دوسرے مہم جو ساتھیوں کے ساتھ چراٹ کے خوڑہ تک پہنچا۔ جہاں پہلے سے بھی خٹک آباد تھے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اکوڑخان یہاں پر مستقل رہائش کی نیت سے نہیں، مہم جوئی کی غرض سے آیا تھا" تاریخ کے مطابق یہ وہ زمانہ تھا جب صوبہ کابل کا صوبہ دار اکبر کا سوتیلا بھائی مرزا حکیم تھا اور برصغیر پہ اکبر کی حکومت تھی۔ اکبر کی ہندو نوازی اور عقائد کی خرابی مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ لوگ اکبر کے ساتھ ساتھ ہندوؤں سے بھی بدظن ہو چکے تھے۔ ملک اکوڑ ایک ایسے علاقے سے آیا تھا جو حکومت کے دائرے سے باہر تھا۔ چراٹ کے خوڑہ میں پہنچ کر وہ حلقۂ حکومت کے قریب آگیا۔ حکومت کے خلاف جو تاثر تھا اس سے آشنا ہوا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس نے پہلا ردِ عمل ان ہندو جوگیوں کے قتل کرنے کی صورت میں ظاہر کیا جو چراٹ کی ایک چوٹی کو اپنا مقدس مذہبی مقام مانتے ہوئے زیارت کے لیے آتے تھے۔ اتنے زیادہ جوگیوں کو قتل کیا کہ جب ملاقات کے دوران اکبر نے اس سے تعداد کے متعلق پوچھا تو اکوڑخان نے جواب دیا کہ تعداد بے شمار ہے۔ البتہ ایک طرح سے حساب لگایا جا سکتا ہے وہ یہ کہ ان کے کان میں جو بالی ہوتی تھی قتل کرنے کے بعد وہ بالی اتار کر میں مٹکے میں رکھ دیتا تھا اور اس طرح سے دو بڑے مٹکے بھر گئے۔ اکوڑخان پہلے ان جوگیوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتا تھا۔ اگر دعوت رد کر دی جاتی تو انہیں قتل کر دیا جاتا تھا[1]

اکوڑخان کی شجاعت اور سخاوت

افضل خان (۱۰۷۶ھ/۱۱۸۳ھ) تاریخ مرصع میں اکوڑخان کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

اکوڑخان تلوار کا دھنی، سخی اور بہادر آدمی تھا۔ اس کی سخاوت و فیاضی اس حد تک تھی کہ جو کچھ صبح اس کے پاس ہوتا وہ شام تک نہ ہوتا اور جو شام کو آتا صبح تک خرچ ہو جاتا۔ جو کچھ کماتا یار دوست، فقراء اور غرباء کی نذر کرتا[2]

---

[1] تاریخ پشاور۔ منشی گوپال داس۔ گلوب پبلشرز لاہور (اشاعت ثانی ۱۹۸۷ء) (۱۸۶۹ - ۱۹۷۴)۔ بندوبست کے اراضی کے بعد تالیف بفرمائش کپتان ای جی ہیسٹنگز مہتمم بندوبست پشاور)۔ (۲) پشتون کون۔ پروفیسر پریشان خٹک ص ۳۲۱ / ۳۲۸

[2] تاریخ مرصع۔ افضل خان ص ۲۶۴ یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور۔

ریاست و سرداران اکوڑہ خٹک

اکوڑ خان کی سرداری میں قصبۂ اکوڑہ خٹک کو قوم خٹک کے ریاستی صدر صدر مقام کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ ریاستِ اکوڑہ خٹک کے مختلف سرداروں اور حکمرانوں کا مختصر سا تعارفی خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ملک اکوڑ خان۔ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) کے بعد سن وفات (جو معلوم نہیں) تک ریاست خٹک کا سردار رہا۔ مزار دریائے کابل کے کنارے پر واقع ہے۔

۲۔ ملک اکوڑ خان کے آٹھ فرزند تھے۔ اکوڑ خان کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے یحییٰ خان کو قبیلۂ خٹک کی سرداری سپرد کی گئی۔

۳۔ یحییٰ خان کے ۱۱ فرزند تھے۔ یحییٰ خان کی وفات کے بعد شہباز خان قوم خٹک کا رئیس بنا۔ جو ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) میں وفات پائی۔ مزار اکوڑہ خٹک میں شیخ اخ الدین کے مزار کے احاطے میں ہے آپ کو شیخ موصوف (المتوفی ۱۰۴۰ھ) سے بڑی عقیدت تھی۔

۴۔ شہباز کی وفات کے بعد ان کا سب سے بڑا فرزند صاحب سیف و قلم خوشحال خان ۱۰۵۰ھ (مطابق ۱۶۴۰ء) میں قوم خٹک کا سردار بنا۔

۵۔ خوشحال خان خٹک نے دوران حیات سرداری اپنے بڑے فرزند اشرف خان ہجری کے سپرد کی۔ اشرف خان ہجری کو ۱۰۹۲ میں پشاور کے مغلیہ حاکم سید بھولا شاہ نے گرفتار کر کے بیجاپور (ہند) روانہ کیا۔ جہاں قید کے دوران وفات پائی۔

۶۔ اشرف خان کی گرفتاری کے بعد خاندان اکوڑہ خٹک میں بے اتفاقی اور انتشار کا دور شروع ہوا۔ بہرام خان فرزند خوشحال خان نے مغلوں کی تائید سے علم بغاوت بلند کیا۔ کچھ خٹکوں نے آپ کا ساتھ دیا اور کچھ نے اشرف خان ہجری کے فرزند افضل خان کی حمایت کی۔ افضل خان آخر کار پوری قوم خٹک کا ۱۱۴۳ھ تک سردار رہا۔

۷۔ افضل خان کے ۸ فرزندوں میں محمد علی خان اور سعد اللہ خان قابل ذکر ہیں محمد علی خان اکوڑہ میں رہائش پذیر تھے اور سعد اللہ خان ٹیری میں۔ باپ کی وفات کے بعد محمد علی خان نے ٹیری پر حملہ کیا۔ سعد اللہ خان نے ان کو شکست دی۔ اکوڑہ سے بھی نکال باہر کیا۔ احمد شاہ ابدالی کے دور میں سعد اللہ پوری قوم خٹک کے سردار تھے۔

۸۔ سعد اللہ کے ۸ فرزندوں میں سعادت مند خان اور خوشحال خان سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں۔ خوشحال خان ٹیری کا حاکم تھا۔ اور سعادت مند خان اکوڑہ خٹک کا۔ جنگ حسن ابدال اور پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کے مجاہدین کے ہمراہ سعادت مند خان نے ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء میں بڑی شجاعت دکھائی۔ احمد شاہ ابدالی نے آپ کو سردار سرفراز خان کا خطاب بخشا۔ سردار سرفراز خان عہد سلطنت تیمور شاہ درانی میں سوائے علاقہ خالصہ و خٹک کے تا دریائے جہلم علاقہ دار تھا۔ (تاریخ ضلع پشاور و پشتون کون بحوالہ صفحہ ۲۱۶)۔ سردار سعادت مند خان (سرفراز خان) قبیلہ خٹک کا آخری سردار تھا جس نے پورے علاقہ خٹک پر حکومت کی۔ آپ کی وفات کے بعد قوم خٹک کی سرداری دو حصوں میں بٹ گئی جنوبی قوم خٹک کے سردار ٹیری میں اور شمالی قوم خٹک کے سردار اکوڑہ میں رہائش پذیر تھے۔

۹۔ جنوبی قوم خٹک کے سرداروں میں شہباز خان منصور خان، ناصر خان ارسلا خان، خواجہ محمد خان زیادہ مشہور ہیں۔

۱۰۔ شمالی قوم خٹک میں سردار سرفراز خان کے بعد آصف خان، فیروز خان عباس خان، بخت خان، محمد افضل خان یکے بعد دیگرے سردار بنے۔ سکھوں کے زمانے میں قوم خٹک کی سرداری میں کئی بار تغیر رونما ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی دور میں ان سرداروں کی جاگیر بحال رہی۔

مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ کی سیاسی اہمیت

قارئین کرام نے گذشتہ سطور سے اکوڑہ خٹک کی قدیم جغرافیائی اور تاریخی اہمیت کا اندازہ لگایا ہوگا۔ مغلیہ دورِ حکومت میں جب تک اکوڑہ خٹک کے جیالے فرزند اکوڑ خان، یحییٰ خان، شہباز خان اور صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک مغلوں کے ساتھ رہے، ان کی حکومت اس علاقے میں قائم رہی۔ اکبر کے دور سے لے کر شاہجہان کے دور تک۔ اگرچہ اس علاقے میں یوسف زئی اور دیگر افغانوں نے مغلوں کے خلاف تلوار اٹھائے رکھی لیکن ان کی حکومت پھر بھی یہاں برقرار رہی۔ اورنگ زیب کے زمانے میں جب خوشحال خان، امیر خان صوبہ دار کابل کی سازش سے بلا کسی سبب دو سال چار ماہ بیس دن پشاور، دہلی اور رنتھمبور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد مغلوں کے مخالف ہوئے تو مغلوں کی حکومت کمزور پڑ گئی اور ایک بازوئے شمشیر زن کے کٹ جانے کے بعد رو بہ زوال ہوئی۔ اس لیے کہ خوشحال خان نے قید سے رہائی کے بعد افغانوں کو مغلوں کے خلاف متحد کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم مغل دشمنی پشتونوں میں زور پکڑ گئی۔ اور اس کا نتیجہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے اور قبیلہ ہائے خٹک اور مندڑ و یوسف زئی قبیلوں کی آویزش بھی اس دور کی تاریخ کا اہم باب ہے۔

مذہبی اور ادبی اہمیت

ا۔ مغلیہ دورِ حکومت میں اکبر اعظم کے زمانے میں سب سے پہلے اکوڑہ خٹک کے بانی اکوڑ خان نے اکبر کی آزاد مذہبی پالیسی کے خلاف اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے ہندوؤں کے خلاف تلوار اٹھائی۔ اور چراٹ کے مقام پر دعوتِ اسلام کو ٹھکرانے کے بعد کئی ہندو جوگیوں کو تہ تیغ کیا۔

ب۔ مغل شہنشاہ شاہجہان کے زمانے میں یہاں حضرت شیخ المشائخ،

قطب الاقطاب شیخ اخ الدینؒ کا سلسلہ تدریس رشد وہدایت جاری تھا۔ حضرت شیخ اخ الدینؒ کی ملاقات ہندوستان میں قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکارؒ (المعروف بہ کاکا صاحبؒ) سے ہوئی۔ دونوں میں بڑی محبت تھی پشاور واپس ہوتے تو قطب عالم حضرت رحمکارؒ نے اکوڑہ خٹک کے مقام پر علوم ظاہری کے اس مایہ ناز استاد سے ہدایہ اور مشکوٰۃ شریف کی تدریس مکمل کی۔ دینی علوم میں حضرت شیخ اخ الدین سلجوقی (بقول بعض سید) حضرت شیخ رحمکار صاحبؒ کے استاد تھے لیکن طریقت میں آپ حضرت شیخ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ۱۰۷۴ھ میں اکوڑہ خٹک میں وفات پائی اور دریائے لنڈا کے کنارے تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ مناقب غوث الاعظمؒ آپ کی تصنیفات میں شامل ہے زیارت کاکا صاحب کا مشہور علمی خاندان "قاضیان" آپ کی اولاد میں سے ہے۔

ج۔ مغل شہنشاہ شاہجہان ہی کے دورِ حکومت میں صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک نے مذہبی اور اسلامی جذبہ جہاد کے تحت ۱۶۴۲ء میں مہم کانگڑہ میں مغل حکومت کے باغی راجہ جگت سنگھ کے خلاف تلوار اٹھائی اسے شکست دی اور قلع تاراگڑھ فتح کیا۔

د۔ مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک میں شیخ لیسین افغانؒ کی اولاد میں حضرت شیخ سلیمان صاحبؒ اور حضرت ملا مبین صاحبؒ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ دونوں کے اکوڑہ میں مراجع خاص و عام ہیں۔ انکی شریف کا مشہور علمی روحانی پیر خاندان، پیران باچایان اور اکوڑہ خٹک کے قاضیان۔ قاضی امین الحق، قاضی شمس الحق وغیرہم، اور ملایان خاندان۔ مولانا سفید شاہ، مولانا امیرزادہ مولانا روح الامین وغیرہم آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

ہ۔ مغل شہنشاہ شاہجہان کے زمانے میں خوشحال خان خٹک کے چھوٹے بھائی قطب الاقطاب فقیر جمیل بیگ صاحبؒ بڑے پائے کے بزرگ اور صوفی گزرے ہیں۔ آپ ۱۰۲۴ھ میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ رحمکارؒ (المعروف بہ کاکا صاحب) کے مرید خاص تھے۔ خانی چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔

۱۱۱۶ھ میں وفات پائی تنگاڑو میں آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ پوری زندگی علوم دینیہ اور علوم باطنی کی تحصیل و تدریس میں گذاری۔ تشنگان علوم ظاہری و باطنی آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے رہے مشہور تصانیف میں تذکرۃ الاولیاء، نور محمدیہ، مناقب شیخ رحمکارؒ شامل ہیں۔

اکوڑہ خٹک کی ادبی اہمیت صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک

مغلیہ دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک کی ادبی اہمیت کا جائزہ لیتے وقت سب سے پہلے صاحب سیف و قلم خوشحال خٹک پر نظر پڑتی ہے۔ آپ اکوڑ خان کے نواسے، شہباز خان کے ہاں ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء میں اکوڑہ خٹک پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد قبیلے کے سردار منتخب ہوئے۔ ۱۶۴۲ء میں شاہجہان کے باغی راجہ جگت سنگھ کو شکست دیکر قلعہ تاراگڑھ فتح کیا۔ جس پر شاہجہان نے خوش ہو کر ۴ لاکھ روپیہ نقد انعام اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی نقد جاگیر عطا کی اور حکم دیا کہ اس کے عوض خدمت شاہی کے لیے ۵۰۰ سوار اور ۱۰۰۰ پیادہ فوج تیار رکھی۔ مہم بلخ و بدخشاں میں خوشحال خان نے نمایاں حصہ لیا۔ ۱۶۷۴ء میں عہد عالمگیری میں امیر خان صوبیدار کابل کے کہنے پر بلا سبب ۱۰۷۴ھ میں گرفتار کر لیے گئے۔ پشاور دہلی اور رنتھمبور میں دو سال چار ماہ بیس دن قید گزاری۔

رہائی کے بعد اورنگ زیب بادشاہ کے خلاف افغانوں کو متحد کرنے لگے۔ تا وقتِ وفات مغلوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ آخری دور تلخیوں اور ناکامیوں کا تھا۔ ۲۸ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء کو وفات پائی۔ مزار اکوڑہ سے تین میل کے فاصلے پر ایسوڑی بالا میں ہے۔

تصانیف، اگرچہ خوشحال خان خٹک کی تعداد دو سو سے زائد بتائی جاتی ہے تاہم ان میں تقریباً ۲۰ ہزار اشعار پر مشتمل کلیات خوشحال سر فہرست ہیں دیگر تصانیف میں بازنامہ صحت البدن، سوات نامہ، فرخنامہ، اخلاق نامہ دستارنامہ، بیاض زنجیری شامل ہیں[لہ]

خوشحال خان کی دینی خدمات

خوشحال خان خٹک قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکار (المعروف بہ کاکا صاحب) کے مرید تھے۔ ۹۸۷ھ تا ۱۰۶۳ھ میں رجب کے مہینے میں حضرت شیخ کی وفات ہوئی۔ وفات سے پہلے ۲۱ رجب کو آپ نے تمام مریدوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور ان کو ہر قسم کی نصائح سے سرفراز کیا۔ آخری رات خوشحال خان خٹک نے آپ کے صاحبزادے عمل سے اجازت لے کر آپ کی تیمارداری کی۔ اور رات بھر آپ کے پاس رہے۔ ۲۴ رجب بروز جمعہ خطبہ کے وقت ۱۰۶۳ھ میں شیخ رحمکارؒ کی روح مبارک

لہ۔ خوشحال خان کی زندگی کے حالات اور تصنیفات پر تحقیقی کام کے سلسلے میں آنسہ خدیجہ فیروزالدین نے ۱۹۲۲ء میں پہلی دفعہ پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر گل محمد نوذزئی نے ماسکو یونیورسٹی سے، اس کے بعد پروفیسر اقبال نسیم خٹک نے خوشحال اور جمالیات کے موضوع پر پشاور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آجکل پشتو اکیڈمی میں مرکزی حکومت کے تعاون سے خوشحال سیل قائم ہے، اکوڑہ خٹک میں جمالیات موضوع پر حکومت کے مالی تعاون سے خوشحال لائبریری کی عظیم الشان بلڈنگ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

جسدِ خاکی سے پرواز کرگئی تو خوشحال خان نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔

؎ چوں رفت از جہاں شیخ دین رحمکار
چو تاریخ فوتش بجستم ز عقل
رجب بود جمعہ بہ سہ و سہ ہفت
خرد گفت باباکہ "بافقر رفت"
۱۰۶۳ھ

جب حضرت رحمکارؒ کا جنازہ اٹھایا گیا تو خوشحال نے بھی جنازے کو کندھا دیا اور اس طرح (بقول خوشحال بابا بحوالہ افضل خان) دین و دنیا کا شرف حاصل کیا..... حضرت شیخ رحمکارؒ نے نزع کے وقت بھی خوشحال بابا کو پاس بلایا تھا۔ بلکہ اس وقت خوشحال بابا نے جانشینی کے بارے میں استفسار بھی کیا تھا... وفات سے ایک ماہ قبل بھی حضرت شیخ رحمکارؒ نے خوشحال خان کو بلا کر مشفقانہ نصائح سے سرفراز فرمایا تھا حضرت شیخ کو کفن پہناتے وقت شیخ اخ الدین اور خوشحال خان بھی موجود تھے۔ تدفین میں بھی خوشحال خان نے حصہ لیا[له] حضرت کاکا صاحبؒ کے فرزند شیخ ضیاء الدین خوشحال خاں کے داماد تھے۔

اس تفصیل تذکرے سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خوشحال خان کی تربیت اپنے دور کے عظیم روحانی بزرگ قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکار صاحبؒ کی صحبت میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں آپ کے اپنے دور کے یگانہ روزگار عالم و مصنف حضرت مولانا عبدالحکیمؒ کا شرف صحبت اور حضرت شاہ اویس صدیقی ملتانیؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ اٹک کے حضرت جی شیخ یحیٰی صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاں صوفیانہ مذاق کی بلند پایہ نظمیں ملتی ہیں۔

خوشحال خان اور تصوف

ا۔ مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے خوشحال خان کے چند اشعار مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر جس سے خوشحال خان کی صوفیانہ شاعری کے بلند معیار کا پتہ چلتا ہے۔

؎ پہ ہر څۀ کښې ننداره دَ هغه مخ کړم
چې له ډېرې پیدایۍ نه ناپدید شۀ
میں ہر شے میں اس رُخِ زیبا کا نظارہ کرتا ہوں
جو کثرتِ شہود کی وجہ سے ناشہود ہو گیا ہے

عصرِ حاضر کے ممتاز پشتو شاعر حمزہ شنواری نے اس شعر کی تشریح میں ضخیم کتاب شائع کی ہے۔

؎ دَ درویش تر زړه به نه رسی داوایه
آئینه دَ سکندر که جام دَ جم
آئینہ سکندر ہو کہ جام جم
درویش کے دل کا مقابلہ نہیں کر سکتے

؎ د درویش علم په درس په مکتب نه دے
تل نظر لری په لوح او په قلم
درویش کا علم درس اور مکتب کا نہیں
اس کی نظر ہمیشہ لوح و قلم پر ہوتی ہے

؎ نه په نون دے نه په میم دے نه په جیم
کامل پاس په لام وهلے دے علَم
نہ نون (ناسوت) پہ، نہ میم (ملکوت) پہ، نہ ج (جبروت) پہ
بلکہ کامل لام (لاہوت) کے اوپر اپنا علم نصب کئے ہوتے ہے

پیر روشان کی مخالفت

ب۔ پشتون شعراء میں خوشحال خان خٹک اخون درویزہ باباؒ کے بعد پہلے شاعر ہیں جنہوں نے برملا اکبری دور کے پیر روشان کی مخالفت اور اخون درویزہؒ کی مساعی کی ستائش میں اشعار کہے اور اخون درویزہ کو مبلغ ایمان اور پیر روشان (پیر تاریک) کو معلم کفر کہا۔

؎ زه درویزه غوندا یمان بنایم ودَه ته
دے دَ پیر روښان غوندِ دَ کفر کا تلقین
میں اسے (اپنے نفس) کو درویزہ کی طرح ایمان سکھاتا ہوں
اور یہ (نفس) پیر روشان کی طرح مجھے کفر کی تلقین کرتا ہے

دین الٰہی جاری کرنیوالے شہنشاہ اکبر کی مذمت

ج۔ ؎ په هغه اوان اکبر بادشاه بادشاوه
واړه خلق د بادشاه لوه ګمراه وه
اس وقت اکبر بادشاہ کی حکومت تھی
اور تمام لوگ بادشاہ کے ساتھ گمراہ تھے

وحی سرچشمۂ حق و صداقت

د۔ خوشحال خان وحی کو سرچشمۂ حق و صداقت اور وسیلۂ رشد و ہدایت خیال کرتا ہے۔

؎ ما قرآن منلے چه نازل دے له آسمانه
نور د وته پخښلی چه خبرے یونانی دے
میں نے قرآن کو مانا ہے جو آسمان سے نازل ہوا ہے
اور مقالاتِ یونانی کو اوروں کے حوالے کر دیا ہے

له شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ، سید بہادر شاہ ظفر صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲۔

خوشحال خان کی چند دینی تالیفات و تراجم

۱۔ ہدایہ ۔ خوشحال خان خٹک نے فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ہدایہ کا عربی سے پشتو میں ترجمہ کیا ہے ۔

۲۔ آئینہ ۔ اسلامی فقہ سے کی کتاب کا عربی سے پشتو میں ترجمہ کیا ہے ۔

۳۔ فضل نامہ ۔ چھوٹی بحر کی مثنوی میں مذہبی و فقہی مسائل نظم کئے ہیں ۱۰۸۹ھ میں تصنیف ہے مذکورہ کتاب میں خوشحال نے عقائد و اعمال کے متعلق بہت سے مسائل کو آسان اور قریب الفہم طریقہ سے نظم کیا ہے ۔

۴۔ اخلاق نامہ ۔ مشہور فارسی کتاب "اخلاق محسنی" کا منظوم پشتو ترجمہ ہے جسے ہمیش خلیل نے مرتب کر کے شائع کیا ہے ۔

۵۔ طب نامہ اسلامی ۔ طب اسلامی کے بارے میں منظوم پشتو کتاب جسے سید تقویم الحق نے ۱۹۸۵ء میں اور ہمیش خلیل نے ۱۹۸۴ء میں الگ الگ شائع کیا ہے ۔

۶۔ فالنامہ قرآنی ۔ منظوم پشتو فالنامہ جسے حبیب اللہ رفیع نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے ۔

خوشحال خان کو علامہ اقبال کا خراج عقیدت

شاعر مشرق، حکیم الامت نے جہاں خوشحال خان کی وصیت اردو نظم میں لکھی وہاں اپنی مختلف شعری تصنیفات میں بھی خوشحال خان کو اپنا خراج عقیدت پیش کرتے رہے ۔ ملاحظہ ہوں ۔ نمونے کے چند اشعار ۔

خوش سرود آں شاعر افغان شناس
آنکہ بیند باز گوید بے ہراس
آں حکیم ملت افغانیاں
آں طبیب علت افغانیاں
راز قومے دید و بے باکانہ گفت
حرف حق با شوخیٔ رندانہ گفت

(جاوید نامہ ۔ بحوالہ افغان اور اقبال صہ ۹۹)

دورِ مغلیہ کے دیگر مشہور خٹک شعراء

اکوڑہ خٹک ادبی لحاظ سے مغلیہ دورِ حکومت میں بڑی اہمیت کا حامل مرکز رہا ہے اگر پشتو ادب سے اس دور کے اکوڑخیل شعراء کا ذکر خارج کیا جائے تو چوٹی کے قدیم پشتون شعراء میں عبدالرحمن بابا، مومند اور عبدالحمید بابا مومند کے علاوہ شاید بہت کم ایسے شعراء باقی رہ سکیں جنہیں ہم بطور مثال پیش کر سکتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان تمام شعراء کا تعلق اکوڑہ خٹک کے صاحب سیف و قلم خوشحال خان خٹک کے خاندان سے ہے ۔ آپ کے بیٹوں میں پانچ پشتو کے مشہور صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں ۔ اس دور کے مشہور خٹک شعراء کا اجمالی ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا ۔

۱۔ اشرف خان ہجری ۔ خوشحال خان کے ہاں $\frac{۱۰۴۹ھ}{۱۶۴۰ء}$ میں پیدا ہوئے والد کی طرح اشرف بھی سردار، شاعر اور ادیب تھے ۔ صاحب دیوان شاعر گذرے ہیں، پشتو کے علاوہ فارسی میں بھی شاعری کی ہے ۔ ۱۴ سال کی قید مغلوں کے ہاتھوں گوالیار اور بیجاپور میں گذاری ۔ بیجاپور کے قید خانے میں ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی ۔

۲۔ عبدالقادر خان ۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۱۸ھ تک زندہ رہے ۔ صاحب دیوان شاعر تھے ۔ تقریباً ۶۰ کتابوں کے مصنف ہیں ۔ حدیقۂ خٹک (دیوان)، گلدستہ (گلستان سعدی کا پشتو ترجمہ)، آدم درخانئ (رومانی داستان) چہل حدیث، یوسف زلیخا (داستان)، نصیحت نامہ مشہور تصانیف ہیں جن میں سے کئی ایک شائع ہو چکی ہیں ۔

۳۔ سکندر خان ۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۔ صاحب دیوان شاعر تھے ۔ دیوان دوست محمد کامل کے مقدمے کے ساتھ شائع ہو چکا ہے ۔ "مثنوی مہر و مشتری" بھی آپ کی تصنیف ہے ۔

۴۔ صدر خان ۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ مغلوں کے خلاف برسرپیکار رہے ۱۱۱۸ھ تک زندہ رہے ۔ صاحب دیوان شاعر تھے ۔ مشہور پشتو رومان "آدم درخانئ" کو بھی نظم میں لکھی ۔ نظامی کی "خسرو شیرین" کا فارسی سے پشتو میں ترجمہ کیا ۔

۵۔ گوہر خان ۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۷۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے "قلب السیر" پشتو میں سیرت پر آپ کی جامع کتاب ہے جس کا ایک نسخہ پشاور میوزیم میں موجود ہے ۔ مشہور پشتو شاعر تھے لیکن دیوان دستیاب نہیں ۔

۶۔ حلیمہ خٹک ۔ خوشحال خان کے ہاں ۱۰۶۵ھ میں پیدا ہوئی پشتو میں شاعری کی ہے حافظہ قرآن تھی ۔ غزل میں تصوف کا رنگ غالب ہے ۔ محمد ہوتک کے بیان کے مطابق اپنے بھائی عبدالقادر خان کے ذریعہ شیخ سعدی لاہوریؒ سے بیعت کی تھی ۔ اکوڑہ خٹک میں خواتین کو درس میں مثنوی مولانا روم اور مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کے حقائق بیان کرتی تھی ۔ مزار خوشحال خان کے احاطے میں ایسوڑی بالا میں دفن ہیں ۔

۷۔ افضل خان خٹک ۔ ۱۰۷۵ھ میں اشرف خان بن خوشحال خان کے ہاں پیدا ہوئے اپنے قبیلے کے سردار تھے ۔ ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی ۔ "تاریخ مرصع" آپ کی تالیف ہے جس کو پشتو زبان میں تحریر شدہ تاریخی کتب میں اہم ترین مقام حاصل ہے اعثم کوفی کی تاریخ کا پشتو میں ترجمہ کیا ہے ۔ "علم خانۂ دانش بھی" آپ نے پشتو زبان میں منتقل کیا ۔

۸۔ شہید خوشحال ۔ سعد اللہ خان بن افضل خان خٹک کے ہاں ۱۱۰۰ کے لگ بھگ پیدا ہوئے ۱۱۶۶ھ میں شہید ہوئے جب بحکم احمد شاہ ابدا

حسن ابدال میں مرہٹوں کے ساتھ مقابلے میں شامل تھے اپنے دور کے اچھے شاعر تھے۔

۹۔ نواز خٹک۔ شہید خوشحال کے ہاں پیدا ہوئے بارہویں صدی ہجری کے آخر تک زندہ رہے۔ کافی عرصے تک ٹیری (کوہاٹ) کے سردار رہے پشتو شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔

۱۰۔ کامگار خان۔ ۱۰۸۰ھ میں خوشحال خان کے نواسے نامدار خان کے ہاں پیدا ہوئے فقیر جمیل بیگؒ (برادر خوشحال خان) سے روحانی فیض حاصل کیا ۱۱۶۵ھ میں وفات پائی۔ پشتو میں شاعری کی ہے دیوان شائع ہو چکا ہے۔

۱۱ علی خان۔ پشتو کے مشہور عالم فاضل شاعر علی خان کو بھی بعض مورخین اور محققین نے خوشحال خاندان کا فرد باد کیا ہے اور لکھا ہے کہ علی خان، محمد افضل خان کا بیٹا اور اشرف خان ہجری کا نواسہ تھا۔ مشہور شاعر کاظم شیدا کا بھائی تھا۔ ۱۱۸۰ھ تک زندہ رہا۔ اکوڑہ کو خیر باد کہہ کر ہشت نگر میں سکونت اختیار کی[1] دیوان شائع ہو چکا ہے۔ بعض نے علی خان کو مینگل کہا ہے اور بعض نے محمد زے۔

۱۲۔ کاظم خان شیدا۔ خوشحال خان خٹک کے نواسے افضل خان کے ہاں ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ خاندانی اختلافات کی بناء پر زیادہ تر زندگی رامپور میں گذاری۔ ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی۔ پشتو کے بہترین نغز گو شعراء میں شامل ہیں۔ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

۱۳۔ کاظم۔ اسی مغلیہ دور میں اکوڑہ خٹک میں پشتو زبان کے ایک اور مشہور شاعر بھی کاظم نام کے گزرے ہیں۔ جن کا تذکرہ ادبی تاریخوں میں موجود ہے۔

مغل دورِ حکومت میں اکوڑہ خٹک میں پہلی وبا

کلیات خوشحال میں خوشحال خان خٹک اکوڑہ خٹک میں جس پہلی وبائے عام کا ذکر کیا ہے۔ وہ ۱۰۹۷ھ/۱۰۹۸ھ میں آئی تھی اور پورے علاقہ اکوڑہ خٹک اور اس کے مضافات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس کی تباہی کا نقشہ صاحب سیف و قلم جس طرح کھینچا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

دغواص دَ کال وبا
خدائےئے مه راوله بیا
اکوڑخیل م په کښے ومړل
لوئے هلک مرد و نسا
لوړ په لوړ په لمبو کښے
عالم پروت په واویلا
تر د کند تر کابله
راخوره شوه دا بلا
په لکونو خلق ومړل
هم شهرونه شو صحوا
اول قحط بیا و باوه
په هر لوری وه غوغا[2]

(ترجمہ غواص ۱۰۹۷ھ سال کی وبا خدا دوبارہ نہ لائے۔ جس میں بہت سے اکوڑخیل وفات پاگئے۔ رکن سے کابل تک یہ وبا عام تھی۔ اور لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ پہلے قحط پھر وبا تھی۔ ہر طرف واویلا تھا) اس وبا کے تذکرے پر آپ نے کل ۲۳ اشعار لکھے۔

اکوڑہ خٹک درّانیوں کے دورِ حکومت میں

نادر شاہ افشار کے بعد افغانستان کی حکومت افغانوں کے ہاتھ آئی اور احمد شاہ ابدالی (۱۷۲۲ء/۱۷۷۲ء) پشتون قوم کے بادشاہ مقرر ہوئے تو اس وقت خٹک قوم کا مرکزی مقام اکوڑہ خٹک تھا۔ سعد اللہ خان خٹک پوری قوم خٹک کا سردار تھا۔

جنگ حسن ابدال اور سرداران اکوڑہ خٹک

کچھ عرصہ بعد جب مرہٹوں نے پنجاب پر حملہ کیا۔ احمد شاہ ابدالی حملے کی غرض سے کابل سے روانہ ہوئے اور پشاور پہنچے تو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے خوشحال خان ولد سعد اللہ خان خٹک کو بھی پہلی فوج کے ساتھ حسن ابدال روانہ کیا۔ اسی مقام پر خوشحال خان مرہٹوں کے خلاف بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا شہید ہوا۔ احمد شاہ ابدالی کو جب خوشحال خان بن سعد اللہ خان خٹک کی شہادت کی اطلاع ملی تو مزید فوج بطور کمک روانہ کی۔ جن میں سعادت مند خان حاکم اکوڑہ بھی شامل تھے۔ میدانِ کارزار میں سعادت مند خان نے شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے کہ احمد شاہ ابدالی نے خوش ہو کر جہلم تک کے علاقے کی حکمرانی سعادت مند خان خٹک کو بخشی۔

پانی پت کی تیسری لڑائی اور حاکمِ اکوڑہ سعادت مند خان

جب احمد شاہ ابدالی ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے پانی پت روانہ ہوئے تو سعادت مند خان اپنے قبیلہ خٹک کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اٹک کے مقام پر آپ کے لشکر میں شامل ہوتے[3]

---

[1] ادبیات سرحد۔ فارغ بخاری و پښتانہ شعراء۔ آقائے حبیبی۔ [2] کلیات خوشحال ص۵۰۶

[3] درانی احمد شاہ۔ گنڈا سنگھ (انگریزی تالیف) پشتو ترجمہ ص۱۰۱/۱۰۲۔

اور پانی پت کے میدان میں شجاعت کے کارنامے انجام دیئے۔ احمد شاہ ابدالی نے آپ کو سرفراز خان کا خطاب بخشا۔

تیمور شاہی دورِ حکومت

احمد شاہ ابدالی کے بعد آپ کے فرزند تیمور شاہ نے اپنے دورِ حکومت میں سعادت مند خان حاکم اکوڑہ خٹک کی بڑی پذیرائی کی۔ سردار سرفراز خان (سعادت مند خان) عہد سلطنت تیمور شاہ درانی میں سوائے علاقہ خالصہ و خٹک کے تا دریائے جہلم علاقہ دار تھا۔[1]

اکوڑہ خٹک سکھوں کے دورِ حکومت میں

امام الہند شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تعلیمات سے فیض یاب جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے برصغیر کے مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے کیلئے جس مبارک تحریک کی بنا ڈالی تھی۔ اس کا موثر ترین اظہار سید احمد شہید بریلوی (۱۷۸۶ء / ۱۸۳۱ء) اور شاہ اسمٰعیل شہید کی زیر قیادت ہوا۔

حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ نے ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو سفر جہاد اختیار کیا۔ اس وقت آپ کے ہمراہ پانچ سات ہزار ہندوستانی مجاہدین تھے۔ جنہوں نے سکھوں کے خلاف جہاد کرنے اور مسلمانان پنجاب و سرحد کو مذہبی آزادی دلانے کا پختہ عزم کیا۔ بریلی سے آپ گوالیار، ٹونک، اجمیر، مارواڑ، حیدر آباد، شکار پور، بولان، قندھار ہوتے ہوئے کابل افغانستان پہنچ گئے اور وہاں سے آپ خیبر کے راستے پشاور میں وارد ہو کر نوشہرہ پہنچے۔

اکوڑہ کی سرزمین پہ پہلا معرکہ حق و باطل

جنگ شروع کرنے سے پہلے آپ نے دربار لاہور کو ایک تحریری اعلام نامہ حسب قاعدہ شریعت بھیجا لیکن دربار لاہور نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ جرنیل بدھ سنگھ کو ایک بڑا لشکر دے کر مجاہدین کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ سب سے پہلا معرکہ ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو نوشہرہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر بمقام اکوڑہ ہوا۔ اس میں مجاہدین کامیاب رہے اور بدھ سنگھ کو پیچھے ہٹنا پڑا۔[2]

انگریز مورخ بھی اس سرزمین پر مجاہدین کی شجاعت کے معترف ہیں اولف کیرو لکھتے ہیں۔

"سید احمد نے سب سے پہلے سکھوں کی اس طاقتور فوج کا سامنا کیا جو بدھ سنگھ سندھانوالیہ کی سرکردگی میں اکوڑہ بھیجی گئی تھی۔ سکھ کمانڈر نے دانشمندی سے کام لے کر اکوڑہ اور جہانگیرہ کے درمیان شیدو کے مقام پر مورچے بنا لئے تھے۔ جہاں سے سکھ فوج قبائل کے پر جوش حملے روکتی رہی لیکن اسے سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا یہاں تک کہ لڑائی زوروں پر تھی تو خود بدھ سنگھ بھی مارا گیا۔"[3]

رئیس اکوڑہ امیر خان خٹک بیعت و دعوت جہاد

جب ۱۸۲۶ء میں سفر جہاد کے سلسلے میں حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اپنے مجاہدین کے ہمراہ کابل سے پشاور پہنچے۔ وہاں دو تین روز قیام کرنے کے بعد ہشت نگر چارسدہ تشریف لے گئے اور لشکر گاہ قائم کی تو اس دوران "اکوڑے کا رئیس امیر خان خٹک ملاقات کے لیے آیا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ اور ساتھ عرض کی کہ بدھ سنگھ بڑے لشکر کے ساتھ اکوڑہ پہنچ گیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ فرما دیں اور اس کو وہیں روک لیں۔

امیر خٹک کا شجرۂ نسب چھٹی پشت میں صاحب سیف و قلم خوشحال خان سے ملتا ہے امیر خان بن آصف خان بن سرفراز خان (سعادت مند خان) بن سعد اللہ خان بن افضل خان بن اشرف خان بن خوشحال خان خٹک۔

جنگ اکوڑہ کے شہداء

تاریخی کتب کے اعداد و شمار کے مطابق اس جنگ میں حریف فوج سات ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جب کہ مقابلے میں مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔ جس میں پانچ سو ہندوستانی اور دو سو قندھاری اور مقامی مجاہدین شامل تھے۔ راہ حق میں اس سرزمین پر دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنے والے پہلے مجاہد شیخ باقر علی صاحبؒ تھے۔

۱۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ (مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) چہار شنبہ اور پنج شنبہ کی درمیانی شب کو اس معرکے میں ہندوستانی مجاہدین میں سے چھتیس اور قندھاریوں اور مقامی مجاہدین میں سے تقریباً چالیس پینتالیس شہید اور دونوں میں سے تیس چالیس مجاہدین زخمی ہوئے۔ سات سو سکھ مارے گئے اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر حق کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں مندرجہ ذیل شہداء شامل ہیں۔[4]

(۱) شیخ باقر علی عظیم آبادی (۲) اللہ بخش مورانوی (ضلع اناؤ)

---

[1] تاریخ ضلع پشاور بحوالہ پشتون کون از پروفیسر پریشان خٹک صفحہ ۳۱۶۔ [2] موج کوثر، شیخ محمد اکرام صفحہ ۲۵ [3] پٹھان۔ اردو ترجمہ صفحہ ۴۲۳

[4] تاریخ دعوت و عزیمت مولانا سید ابوالحسن ندوی۔ جلد ششم حصہ اول صفحہ ۵۱۴۔ آپ نے سکھوں کی آمد کے سلسلے میں امیر خان کے مخالف خواص خان کا بھی ذکر ہے یہ صرف وہ شہداء ہیں جن کا تعلق ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تھا اور سید احمد شہیدؒ نے اطلاع دینے کی غرض سے ان کے اسماء اپنے مکتوب میں لکھے مقامی اور سرحد کے شہداء کی تعداد بھی یقیناً اس سے زیادہ ہوگی۔

(۳) عبدالمجید خان۔ جہاں آبادی رائے بریلوی۔ (۴) شمشیر خان جمعدار موراانوی (۵) شیخ بدھن (۶) شیخ رمضان موراانوی (۷) شیخ جمانی خالص پوری ملیح آبادی (۸) علی حسن گشتوی (نزد مانکپور) (۹) غلام حیدر خان خالصپوری (ضلع لکھنو) (۱۰) غلام رسول خان خالصپوری (۱۱) خدابخش خان (بمبئی) (۱۲) شادل خان خیرآبادی (۱۳) کریم بخش خان بڈھانوی (روہیلکھنڈ) (۱۴) کریم بخش مسجد فتح پوری (۱۵) میاں جی احسان اللہ بڈھانوی (۱۶) شیخ معظم جگدیش پوری (ضلع پرتاب گڑھ) (۱۷) دین محمد کورمہستانوی (بیوالہ اودھ) (۱۸) عباداللہ (موضع اعظم گڑھ) (۱۹) قاضی طیب (۲۰) امام خان خیرآبادی (۲۱) اولاد علی مادہوی (۲۲) ہمایوں بیگ لکھنوی (۲۳) امام الدین خان رامپوری (۲۴) سید محمد لوہاروی (ضلع مظفر نگر) (۲۵) محمد کمال خرم پوری (۲۶) فہیم خان حسین پوری (ضلع مظفر نگر) (۲۷) سید عبدالرحمان شیاملی (ضلع مظفر نگر) (۲۸) شیخ مخدوم مسجد فتح پوری (دہلی) (۲۹) غلام نبی خان گوالیاری (۳۰) عبدالرزاق دیوبندی (۳۱) جواہر خان لکھنوی، (۳۲) منور خان ملیح آبادی (۳۳) عبدالجبار موراانوی (۳۴) سید عبدالرحمان سندھی (۳۵) حسن خان سندھی (۳۶) اکبر خان خالصپوری۔[۱]

اس جنگ میں اکوڑہ کے مقامی شہداء میں سے حضرت حسن الدین شیخ صدیقی اور شیخ مرتضیٰ گرامی بڑی تحقیق کے بعد راقم الحروف کو معلوم ہو سکے۔ اول الذکر کا مزار شید د کے مقام پر "غوبنو زیارت" کے نام سے مشہور ہے۔ راقم الحروف کو جنگ اکوڑہ کے مزارات شہداء معلوم کرنے کی توفیق خداوند کریم نے بخشی۔ اب تک جو مزارات معلوم ہو سکے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بادو بابا (نزد ایوب آباد)
۲۔ چکنی بابا (کستی اکوڑہ)
۳۔ شیخ بابا (نزد خانہ حاجی عزیز اللہ محلہ فرید خان)
۴۔ چینے بابا (خانہ حنیف گل محلہ فرید خان)
۵۔ شہید بابا (خانہ عثمان گل، محلہ فرید خان)
۶۔ شہید بابا (در خانہ سابق عجیب الرحمٰن کسکر۔ محلہ شکور خان)
۷۔ شہید بابا (نزد خانہ صوبیدار افضل خان وفقیر۔ محلہ شکور خان)
۸۔ شیخ مرتضیٰ شیخ صدیقی اکوڑہ خٹک (باغیچہ عمرا خان محلہ قریشیاں)
۹۔ شیخ حسن الدین شیخ صدیقی اکوڑہ خٹک (شید و میں مزار)
۱۰۔ گودر شاہ بابا نزد دریائے لنڈا۔
۱۱۔ شہید بابا (نزد خانہ مصباح الدین۔ محلہ شکور خان)
۱۲۔ شہید بابا (نزد خانہ عزیز الرحمٰن محلہ شیخ صدیقی)
۱۳۔ شہید بابا (نزد خانہ بابو احسان الٰہی۔ محلہ شیخ صدیقی)۔
۱۴۔ شہید بابا (نزد ریلوے لائن۔ نزد مولانا چاہ فضل من اللہ)
۱۵۔ شہید بابا (نزد غرقہ کندہ۔ اکوڑہ صحرا)
۱۶۔ مبارک شاہ بابا (نزد دریائے لنڈا۔ گودر شاہ بابا کے پاس)
۱۷۔ شہید بابا (نزد مڈل سکول اکوڑہ محلہ سگے زئی)

محلہ اکوڑہ کستی کے بہت سے مزارات جدید تعمیراتی دور کی نذر ہو چکے ہیں۔

جنگ اکوڑہ کا اثر

سر زمین اکوڑہ خٹک پر حق و باطل کے اس معرکے کے اثرات کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت و عزیمت میں یوں رقم طراز ہیں۔

"اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور حوصلے بلند ہوئے۔ دربار لاہور کی بھی آنکھیں کھلیں ملکی سردار جوق در جوق آکر مبارکباد دینے لگے"۔[۲] جہاد اکوڑہ کی کامیابی کا اثر تھا کہ گرد و نواح کے مختلف مشائخ اور قومی سردار بیعت جہاد کیلئے سید صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔

بیعت جہاد اور مشائخ و روسا

جن مشائخ اور قومی مشاہیر نے جنگ اکوڑہ کی کامیابی کے موقع پر سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت سید محمد امیر نقشبندی المعروف بہ کوٹھے حضرت صاحب۔
۲۔ حضرت گل بابا قادری (جنگ شیدو میں شہید ہوئے)۔
۳۔ حضرت اخوند حافظ عبدالغفور سواتی المعروف بہ اخون بکی۔
۴۔ خان احمد خان کمال زئی (ہوتی مردان)۔
۵۔ شادی خان درانی (ہنڈ)
۶۔ خان محمد اشرف خان مندنڑ (زیدہ)
۷۔ ارباب فیض اللہ خان مہمند، پشاور
۸۔ ارباب بہرام خان خلیل (تہکال)
۹۔ خان محمد خان (شاہی شیولگرہ ہشت نگر)
۱۰۔ خان امیر محمد خان باجوڑی۔
۱۱۔ خان فتح خان خدوخیل (بکتبار)

---

[۱] بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت۔ تصنیف مولانا سید ابوالحسن ندوی۔ حصہ ششم جلد اول ص ۵۲۴/۵۲۵

[۲] دعوت و عزیمت۔ جلد ششم حصہ اول ص ۵۲۵

۱۲. خان امیر خان خٹک ۔ رئیس اکوڑہ

۱۳. خان مقرب خان خدو خیل (پنجتار)[1]

ان قومی سرداروں، علماء اور مشائخ کے اثر رسوخ، دعوت اور تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ وادی پشاور کے یوسف زئی، منندڑ، خٹک، مہمند، داودزئی، ترکلانی، گگیانی، اَمون زئی وغیرہ قبائل جہاد کے لیے تیار ہوئے اور جمعیۃ کی شکل اختیار کی۔ شادی خان درانی کے مشورے کے مطابق سید صاحبؒ نے قلعہ ہنڈ (ضلع صوابی موجودہ) کو جہاد کا مرکز مقرر کیا۔[2]

سکھوں کے مظالم اور اکوڑہ خٹک سے علماء کی ہجرت

سکھوں کے مظالم سے تنگ آکر جن علماء نے اکوڑہ سے ہجرت کی ان میں حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحبؒ المعروف بہ پیر صاحب مانکی شریف (۱۲۲۲ھ / ۱۳۲۲ھ) کے والد ماجد حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین صاحبؒ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۵۰ھ میں اکوڑہ سے بدرشی ہجرت کی۔ اور وہاں تلقین جہاد کے ساتھ ساتھ جامع مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے آپ کا مزار اکوڑہ خٹک میں قبرستان شیخ سلیمان باباؒ واقع کسی اکوڑہ میں مرجع خلائق ہے۔

دریائے غم اور اکوڑہ خٹک

دریائے سندھ میں سیلاب آنے سے ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں دریائے کابل اپنا رُخ پھیر کر واپس مغرب کی طرف بہنے لگا تھا۔ جس میں دریائے کابل کے کنارے پر واقع اکوڑہ خٹک گاؤں پوری طرح نیست و نابود ہوا تھا۔ بقول جناب قاضی انوار الدین[3] سے دوبارہ آباد کیا گیا۔

"تاریخ پشاور میں ہے کہ دریائے سندھ میں سیلاب ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء میں آیا۔ اس سیلاب کا مادۂ تاریخ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے:

الف۔ دریا غم۔ اس مادہ تاریخ سے ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء نکلتا ہے۔

ب۔ دریائے غم۔ اس مادہ تاریخ سے ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء۔

ج۔ جبکہ یہ دونوں مادہ ہائے تاریخ صحیح نہیں ہیں صحیح یہ ہے۔ دریاءِ غم۔ اس میں دو سر ہمزہ ہے۔ حروف ابجد کے حساب سے اس سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ماہ ذی الحجہ میں دراصل سیلاب آیا تھا اور محرم الحرام ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء تک اس کی تباہ کاریاں باقی رہی تھیں۔ اور تاریخ پشاور نے اس کی تاریخ ماہ محرم ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء سے شمار کی ہے اس لیے تیسرے مادہ تاریخ دریا غم اور تاریخ پشاور دونوں کے بیانات صحیح ہیں۔"[4]

اکوڑہ خٹک انگریز دورِ حکومت میں

سکھوں کے بعد جب سرحد میں انگریزی استعمار کے مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تو اس خطہ مردم خیز اکوڑہ کے ایک مشہور جیالے فرزند حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب صاحب قادریؒ (المعروف بہ پیر صاحب مانکی شریف) نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔

آپ اکوڑہ خٹک میں شیخ یٰسین افغان کے خاندان میں تقریباً ۱۲۳۳ھ میں مشہور عالم دین حضرت مولانا ضیاء الدین صاحبؒ کے ہاں پیدا ہوئے ابتدائی دینی کتب کی تعلیم اکوڑہ ہی میں حاصل کی۔ بعد ازاں بدرشی اور ڈھیری کٹی خیل منتقل ہوئے۔ اور اپنے والد ماجد اور دیگر مختلف مشاہیر علماء سے ظاہری علوم کی تکمیل کی۔ ۱۲۸۸ھ / ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۱ء سے کچھ پہلے مانکی شریف میں سکونت اختیار کی۔ غوث الزمان حضرت مولانا شیخ عبدالغفور صاحبؒ المعروف بہ سوات باباجیؒ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ ۱۸۶۳ء میں حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؒ اپنے پیر طریقت حضرت سوات باباجیؒ کے ساتھ معرکۂ امبیلہ میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے اور جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۸۹۳ء میں معرکہ مالاکنڈ کے دوران انگریزی فوجوں کے خلاف سپنخرٹی کے مقام پر جہاد کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

اپنے زمانے میں حضرت سید دغوث کے بعد آپ کا اسم مبارک حضرت غوث مانکی یاد کیا جاتا تھا۔[5]

آپ ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ بمطابق ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی درمیانی شب کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار مانکی شریف میں مرجع خلائق ہے۔ تصانیف میں احکام المذاہب اور ہدایۃ الابرار مشہور ہیں۔ ہدایۃ السالکین تالیف محمد حسن ساکن جیغرزئی آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔[6]

حضرت حاجی صاحب ترنگزئی اکوڑہ خٹک میں

تحریک آزادی کی صفِ اول کے مجاہد سید فضل واحد الملقب بہ حاجی صاحب ترنگزئی ابن فضل احمد ۱۲۷۳ھ میں ترنگزئی میں پیدا ہوئے۔

---

[1] اولیائے پاکستان۔ قاضی عبدالحلیم اثر صفحہ ۸۰ / ۸۱ [2] تاریخ یوسفزئی۔ اللہ بخش یوسفی صفحہ ۳۵۸

[3] حیات صدر المدرسین۔ جناب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صفحہ ۳۶۔ موتمر المصنفین اکوڑہ ۱۹۹۰ء

[4] اولیائے پاکستان، قاضی عبدالحلیم اثر صفحہ ۱۰۱ [5] صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی بنیاد ڈالنے والوں میں سرفہرست حضرت امین الحسناتؒ (المتوفی جنوری ۱۹۶۱) آپ کے نواسوں میں سے ہیں۔ آپ کے نام لکھے ہوئے بانی پاکستان قائد اعظم کے خطوط اس خاندان کی تاریخ "غازی پیر" (مؤلفہ میر احمد صوفی) میں محفوظ ہیں۔

اور ۱۳۵۶ھ میں غازی آباد (قبائلی علاقہ مہمند) میں وفات پائی آپ نے ۱۹۱۵ء سے لے کر اپنی وفات ۱۹۳۶ء تک مسلسل علاقہ مہمند میں انگریزوں کے خلاف معرکوں میں پختونوں کی رہنمائی اور قیادت کرتے رہے۔ انہوں نے پختونوں کی معاشرتی اصلاح کا کام بھی جاری رکھا۔ آزاد مدرسوں کا جال پھیلایا اور اس کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی طور طریقوں اور رسم و رواج کی بیخ کنی میں بھی مصروف رہے۔ حاجی صاحب ترنگزئی ایک بہت بڑے عالم ربانی تھے [1]

تحریک اصلاح و معاشرہ کے سلسلے میں آپ ۱۹۰۶ء میں پہلی دفعہ اکوڑہ تشریف لائے۔ اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب (المعروف بہ ضحری مولانا صاحبؒ) اور مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کے والد مولانا الحاج معروف گل کے ہاں قیام کیا۔ اس روز اکوڑہ خٹک میں آپ کی تحریک کی بدولت ساٹھ شادیاں شرعی طریقے کے مطابق بغیر کسی خرچ اور رسم و رواج کے ہوئیں۔

آپ دوبارہ ۱۹۱۳ء میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اس روز آپ کی قیادت میں اسی شادیاں شرعی طریقے کے مطابق ہوئیں [2] اور یوں اکوڑہ خٹک میں شادیوں میں بیجا رسومات اور بدعات کے خلاف ایک کامیاب تحریک کا آغاز ہوا جس کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اپنے دور میں جاری رکھا۔

تحریک ہجرت اور اکوڑہ خٹک کے مہاجرین

انگریز سامراج کے مظالم جب تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے نتیجے میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ تو ہندوستان کے مولانا عبدالباری نے ۱۸۶۵ء میں جاری کردہ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتوے کی روشنی میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ علمائے کرام اور رہبران عظام نے لوگوں کو ترک وطن پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع کی۔

مئی ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی اور اس کے رفقاء نے وائسرائے ہند کو چیلنج دیا کہ اگر مسلمانان ہند کے مطالبے ایک ماہ تک منظور نہ کئے گئے تو ہندوستان کے مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور افغانستان چلے جائیں گے۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت امان اللہ نے بھی جذباتی تقریر کی جو روزنامہ "امان افغان" میں نطق ہمایوں کے عنوان کے تحت شائع ہوئی۔ اس میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے مطالبات اور ہجرت کے چیلنج کا ذکر تھا۔ غازی امان اللہ نے اس مضمون میں یقین دلایا تھا کہ افغانستان اپنی پوری استطاعت کے ساتھ اس قسم کے مہاجرین کی خدمت کے لیے تیار ہے۔ اس تقریر نے مسلمانان ہند میں نیا جوش پیدا کیا اور اعلان ہجرت کیا۔ جون ۱۹۲۰ء میں جابجا ہجرت کمیٹیاں قائم کی گئیں [3]

صوبہ سرحد کے گوشے گوشے سے مہاجرین کے قافلے بیل گاڑیوں پا پیادہ اور بار بردار جانوروں کے ذریعے سوئے افغانستان روانہ ہوئے۔ اکوڑہ خٹک سے جن افراد نے اپنی بیل گاڑیوں میں پشاور تک سفر کیا اور بعد ازاں پیدل کابل پہنچے۔ ان میں زیتور شاہ بابا (محلہ عادل ذات) باچاگل (محلہ حاجی رحمان الدین) سید احمد (محلہ شکور خان) غلام جیلانی (محلہ قصابان) شامل ہیں۔

افغانستان کے اقتصادی اور سیاسی حالات چالیس ہزار مجاہدین کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھے اگرچہ غازی امان اللہ خان نے اسلامی جذبے کے تحت ہندوستانی مہاجرین کو دعوت ہجرت دی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں یہ مہاجرین واپس وطن لوٹے۔

اکوڑہ خٹک میں عظیم الشان عیدگاہ کی تعمیر

۱۹۲۳ء میں اکوڑہ خٹک کے روحانی پیشوا اور حاجی سید مہربان شاہ صاحب نقشبندی اور دیگر اکابر نے عید کے موقع پر موجودہ مقام عیدگاہ پر مستقل اور پختہ عمارت عیدگاہ تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک نے اس کی تائید کی۔ محمد ہاشم بابا روہیلہ مرحوم نے اس کے لیے موجودہ زمین وقف کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ اس کی تعمیر میں اکوڑہ خٹک کے مرد اور خواتین دونوں نے حصہ لیا۔ خواتین رات کو بالٹیاں بھر بھر کے اس کی بھرائی کرتیں۔ خان اعلیٰ مرحوم کے کہنے پر ایک مہمان سخی رئیس نے اس کے لیے اینٹ کی پہل فراہمی کا اعلان کیا۔ اینٹ حاجی محمد اعظم خان کی بھٹی سے لائی گئی۔ اور یوں مسلسل تعمیری کام جاری رہنے کے بعد ۱۹۲۴ء میں اس کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ بعد میں خان محمد خان خٹک جب اکوڑہ خٹک ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین بنے تو اس میں توسیع آپ کے دور میں کمیٹی کی جانب سے ہوئی۔ توسیع کے لیے کچھ زمین استاد محترم تاج محمد خٹک مرحوم نے وقف کی اور کچھ باقی حصے کی قیمت وصول کی۔ یہ عیدگاہ اب دارالعلوم حقانیہ ہی کے احاطہ کا ایک حصہ بن گیا ہے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ اس کے جنوبی دروازہ سے متصل مقبرہ دارالعلوم ہی مدفون ہیں شیخ الحدیثؒ مرحوم ہی عیدین کے موقع پر خطاب فرمایا کرتے تھے ان کے بعد حضرت کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق یا ان کی عدم موجودگی میں مولانا انوار الحق خطاب فرماتے ہیں۔

---

[1] اقبال اور افغان۔ میر عبدعبدالصمد۔ ص ۴۳/۴۴ ناشر یونیورسٹی بک پشاور۔ ۱۹۹۰

[2] ماخوذ از ۔غیر مطبوعہ مصنف قاضی علی اصغر صاحب [3] آزادی جنگ۔ عبدالخالق خلیق۔ ص ۱۸

وبائے طاعون

سرحد کے دیگر علاقوں کی طرح اکوڑہ خٹک میں بھی ۱۹۲۳ء میں طاعون کی وبا پھیلی۔ اور سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے بزرگوں کے بیان کے مطابق صحت مند انسان کے بغل میں پھوڑا نمودار ہوتا۔ اور چند گھنٹوں میں وہ پھوڑا جان لیوا ثابت ہوتا۔ وبائے طاعون کے دو سال بعد بخار کی قسم کی ایک اور وبا اکوڑہ میں پھیلی بہت سے افراد اس وبا کا شکار ہو گئے۔

انجمن اصلاح افاغنہ

۱۹۲۴ء میں باچا خان نے قید سے رہائی کے بعد پشتون قوم کی تعلیمی اور اصلاح مہم کی ابتدا کی۔ اور انجمن اصلاح افاغنہ قائم کی۔ بیرسٹر میاں احمد شاہ اور پشتو کے آتش نوا شاعر محمد اکبر خادم نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خادم صاحب اکوڑہ خٹک کی مشہور قوم "قریشان" سے تعلق رکھتے تھے انہی کا مشہور زمانہ پشتو شعر ہے۔

نہ کلو نہ د غلام پہ غلامئ کښې
نہ ساعت د آزادئ کہ ځنکدن وی

نہ غلامی میں غلام کے سالہا سال
نہ لمحہ آزادی اگرچہ جانکنی کا لمحہ ہو

پشتون قوم کی تبیع رسومات مٹانے میں اس انجمن نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بعد میں اس انجمن نے خدائی خدمت گار تحریک کی شکل اختیار کی۔

دریائے کابل میں سیلاب اور اکوڑہ خٹک

۱۸ اکتوبر سال ۱۹۲۹ء کو اکوڑہ خٹک ایک بار پھر دریائے کابل میں شدید طغیانی کی وجہ سے تباہی کا شکار ہوا لیکن اس بار ۱۸۴۱ء کے سیلاب کے مقابلے میں تباہی کم تھی۔ تاہم اکوڑہ کے تمام نشیبی علاقے زیر آب آگئے تھے اور ان میں واقع مکانات مکمل طور پر منہدم ہو گئے تھے اکوڑہ خٹک کے متاثرین نے عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں خیموں میں پناہ لی۔ ڈوا خلو کے حاجی اعظم دین مرحوم نے انہیں کئی دنوں تک دو وقتی طعام فراہم کیا۔

خدائی خدمت گار تحریک

خان عبد الغفار خان مرحوم نے ستمبر ۱۹۲۹ء میں افغان یوتھ لیگ کی بنیاد رکھی۔ یہ کسان کانفرنس کے نام پر اتمان زئی میں انجمن اصلاح افاغنہ کی سالانہ تقریب کا موقع تھا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ میں اس بڑے اجتماع میں تمام سیاسی جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ باچا خان اور دیگر رہنما جن میں محمد اکبر خادم قریشی اکوڑوی بھی شامل تھے نے اعلان کیا کہ اس تحریک کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ خدائی خدمت گار تحریک چلانے کے لیے رضاکار بھرتی کئے گئے۔ اس تحریک کا حلف نامہ ۲۲ اگست ۱۹۳۰ء کو مرتب ہوا۔ اکوڑہ خٹک کے جن سیاسی شخصیتوں نے خدائی خدمت گار تحریک اور بعد میں سرخ پوش اور کانگریس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں قاضی ظہیر الدین، سیف الحق صدیقی، قاضی عبد الودود چاچا غلام ربانی، غلام جان کشمیری، عبد الحمید کشمیری، ماسٹر نور البصر، قاضی شمس الحق، قاضی شریف اللہ، سید نور بادشاہ اور بعد میں باچا خان کے قریبی ساتھیوں اور حمایتیوں میں جناب اجمل خٹک، حاجی محمد آشم حیا گل جرنیل، شیرین خان، رحیم بخش اور دیگر حضرات مشہور ہیں۔

اکوڑہ خٹک پر انگریزی فوج کا حملہ

برطانوی سامراج نے ۱۹۳۱ء میں بنگال، صوبہ جات متحدہ اور شمال مغربی صوبہ میں جس طرح ظلم و تشدد کا بازار گرم رکھا۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ حالانکہ لندن میں نومبر ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس ہو رہی تھی اور صوبہ سرحد میں خدائی خدمت گاروں کے دفتروں پر چھاپے پڑ رہے تھے۔ ان کے مشہور رہنما پابہ زنداں ہو رہے تھے۔ ان کے گھروں کی بے حرمتی کی جا رہی تھی تاکہ آزادی کے متوالے آزادی کا مطالبہ نہ کریں۔

۷ اکتوبر ۱۹۳۱ کو گورا فوج اور ملیشیا نے خدائی خدمت گار کے دفتر واقع مکان قاضی عبد الودود پر چھاپہ مار کر جھنڈا اتارا اور خدائی خدمت گاروں کو پیٹا۔ حاجی مظفر دین (مالک مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ) کے گلے میں قرآن پاک تھا۔ انگریز پولیس کپتان بیلی رام نے مظفر دین کو مارا پیٹا اور قرآن پاک اس کے گلے سے اتار کر دور پھینکا۔ اس چھاپے میں عبد الحمید کشمیری، غلام محی الدین حجام، حاجی محمد آشم (محلہ دھوبیاں) اور سعد اللہ خان (محلہ شیخان) بری طرح زخمی ہوئے۔

اکوڑہ خٹک کے سزا یافتہ خدائی خدمت گار

تحریک آزادی کے اس کٹھن مرحلے پر ۱۹۳۱ء میں اکوڑہ خٹک کے جن خدائی خدمت گاروں کو انگریز سامراج نے قید و بند کی سزا دی ان میں قاضی ظہیر الدین صاحب، قاضی عبد الودود اسیر صاحب، جرنیل سیف الحق شیخ صدیقی صاحب، ماسٹر نور البصر صاحب، قاضی شمس الحق صاحب، میجر شیرین خان، سید نور بادشاہ صاحب، چاچا غلام ربانی صاحب، غلام جان کاشمیری صاحب، قاضی شریف اللہ صاحب شامل تھے، صوفی میاں گل صاحب، محمد گل صاحب، عبد الرفیق صاحب کو سو سو روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

اکوڑہ خٹک میں خاکسار تحریک

خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی نے ملازمت چھوڑ کر ۳۲-۱۹۳۱ء میں اس تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کا نظم و ضبط ہر لحاظ سے مثالی تھا۔ یونیفارم خاکی رنگ کا تھا۔ اور کارکن سر پہ سفید رومال باندھتے۔ اس رضاکارانہ تحریک کا مقصد غلبۂ اسلام تھا اس لیے برصغیر کے طول و عرض میں یہ تنظیم عام ہوئی۔ ہتھیار کے طور پہ ہر کارکن کے پاس تیز دھار والا چمکیلا بیلچہ ہوتا تھا۔ علامہ نے جب اپنا پمفلٹ مولوی کا غلط مذہب شائع کیا جس پہ علمائے کرام برافروختہ ہوئے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی ۱۹۳۸ء میں اکوڑہ خٹک آئے اور بابا جی صاحبؒ کی مسجد میں علامہ مشرقی کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اس مشہور جرگہ یا مناظرہ کی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فریقین کے متفقہ حکم اور ثالث تھے خاکسار تحریک کے رضاکار بابو عبدالمنان کی سرپرستی میں جمع ہوئے۔ اور حضرت مولانا کو زبردستی تقریر کرنے سے روکنے کے لیے آگے بڑھے۔ اس وقت قاضی شمس الحق، غلام جان کشمیری، شیرین خان، عبدالجلیل، رحمان الدین، اسلم مرزا وغیرہ غلام غوث ہزاروی صاحب کی مدد کے لیے پہنچے۔ کیونکہ آل انڈیا کانگریس اور مجلس احرار ہند کا آپس میں سیاسی گٹھ جوڑ تھا۔ (بحوالہ قاضی شمس الحق)

معرکہ اعظم گڑھ

۱۰ جون ۱۹۳۸ء کو تقریباً ۲۵ خاکسار رضاکار نوشہرہ سے آدم زئی پہنچ کر وہاں دفتر کا افتتاح کرنے کے بعد واپس نوشہرہ جارہے تھے۔ شام کی نماز پڑھنے کے لیے جی ٹی روڈ کے کنارے اکوڑہ میں مسجد اعظم گڑھ پہنچے۔ امام مسجد مولانا قدرت شاہ صاحب نے انہیں فتویٰ کے مطابق کافر کہہ کر مسجد سے نکلنے کا حکم دیا نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی اعظم گڑھ کے لوگ بھوسہ اڑانے والے اوزار (غاخی) لے کر پہنچے۔ اور خاکساروں کو زد و کوب کیا اس موقع پہ زیارت گل نامی خاکسار قتل ہوا۔ اس کی لاش دریا برد کی گئی کچھ خاکسار زخمی ہوئے خاکساروں کی جانب سے ۱۴ افراد پہ دعویٰ دائر کیا گیا جن میں اکثریت خدائی خدمتگار کی تھی اکوڑہ خٹک میں خاکسار تحریک کے سرگرم اراکین میں بابو عبدالمنان، عبدالسلام باچا، فضل حسین، محمد حسین عرف پتی، فضل الرحمن شیخ صدیقی اور محمد ہمایوں حقی شیخ صدیقی شامل تھے۔ معرکہ اعظم گڑھ کا مقدمہ کافی عرصہ چلتا رہا۔ آخر کار گیارہ سو روپے جرمانہ کا حکم سنا کر عدالت نوشہرہ نے مقدمہ ختم کر دیا۔

اکوڑہ خٹک میں سوشلسٹ کانفرنس کا انعقاد

اکوڑہ خٹک میں رسالدار عبداللہ خان اراضی میں اڈے کی مسجد کے قریب ۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو ایک سوشلسٹ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور پنجاب کے مشہور سماجی کارکن منشی احمد دین اور ٹکا رام سخن نے تقاریر کیں۔ کانفرنس میں دو ہزار کے لگ بھگ افراد شریک تھے۔ ان حضرات کو سائیکلوسٹائل مشین دی گئی جس کے ذریعے "دھنگ بگل" کے نام سے پمفلٹ شائع ہوتا تھا۔ اس کے مضامین کی تیاری میں محمد نواز خٹک آف شیدو اور حاجی محمد آشم (اکوڑہ) پیش پیش تھے۔

اکوڑہ خٹک میں مجلس احرار کے رہنماؤں کی پہلی آمد

المیہ اعظم گڑھ اکوڑہ کے سلسلے میں جولائی ۱۹۳۸ میں مجلس احرار کے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ اور دوسرے سرکردہ احراری رہنما اکوڑہ تشریف لائے اور مسجد ملاحان اکوڑہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ مقررین نے خاکسار تحریک اور اس کے بانی کے خلاف تقریریں کیں۔

اکوڑہ خٹک میں احرار پارٹی کے سرگرم کارکنوں میں ڈاکٹر حاجی حافظ مولانا اسرارالحق، عبدالرزاق سنگین، غفران گل، مہابت خان مرحوم، فضل رحیم (عرف کلین) شامل تھے۔

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا قیام

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کے قیام اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں خان اعلیٰ محمد زمان خٹک مرحوم پیش پیش تھے آپ کو قائداعظم سے بڑی عقیدت تھی قیام پاکستان کے سلسلے میں قائداعظم دن رات محنت کر رہے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

؎ یا رب زباد تند حوادث نگاہ دار
اے پیر کاروان مدد غیب، یار تان
محکم ز زور بازوئے ملت شود بزور
اے خضر! یاری تو رساند بہ منزلش
قومی سفینہ را کہ بہ قلزم فتادہ است
جیش عدوئے دین بہ کمیں ایستادہ است
قومی اساس کار کہ قائد نہادہ است
مشرک بدوش برق و موحد پیادہ است

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا پہلا جلسہ ۴ اگست ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوا جس میں باشندگان اکوڑہ کو مسلم لیگ میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک نے اس جلسے کی صدارت کی تھی۔ جناب بابو نور الٰہی قریشی، جناب ملک فرید خان، جناب حاجی محمد ککے زئی، دلبر اخون مسلم لیگ کے سرگرم کارکنوں میں شامل ہیں۔

اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کا قیام ۱۹۳۶ء میں عمل میں لایا گیا۔
(بقول طاہر احمد سعید صدیقی)

برطانوی دور حکومت میں اکوڑہ خٹک کے دینی مدارس

انگریزی دور حکومت میں جہاں اکوڑہ خٹک کے غیور فرزندوں نے وقتاً فوقتاً نعرہ حریت بلند کیا۔ وہاں یہاں کے بیشتر علماء علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف تھے اور برطانوی سامراج کے خلاف علوم دینیہ سے منور مجاہدینا اور باعمل علماء کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کر رہے ہیں۔ اکوڑہ خٹک کی مشہور مساجد میں جو دینی مدارس قائم تھے ان کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم۔

۱۹۰۳ء میں اکوڑہ خٹک کے مشہور روحانی پیشوا حضرت قطب الارشاد سید مہربان شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۶۷ھ) نے اس مدرسے کی ابتدا اپنی جامع مسجد (واقع محلہ گگے زئی) میں کی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان صاحب (المعروف بہ چرگو کلی ملا صاحب)، صوابی کے مولانا حافظ صاحب حق صاحب جنگی ڈھیر مولانا صاحب، اس مدرسے کے ابتدائی مدرسین میں شامل ہیں۔ حضرت بادشاہ گل صاحبؒ اکوڑوی نے ابتدائی تعلیم اس مدرسے میں حاصل کی یہاں مختلف علاقوں بالخصوص افغانستان کے طلبہ علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے۔

۲۔ مدرسہ اعظمیہ۔

اکوڑہ خٹک کے شیخ صدیقی خاندان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ (۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۴ء) ولد محمد قاسمؒ ولد محمد اعظمؒ نے اپنے دادا کے نام کی مناسبت سے دریائے لنڈا کے کنارے سفید مسجد میں مدرسہ اعظمیہ قائم کیا۔ موصوف نے بمبئی اور مدراس میں بھی علوم دینیہ کی تدریس کی تھی۔ مثنوی کے بہت بڑے عالم تھے۔ افغانستان، بنوں، ڈیرہ اور ملک کے دیگر علاقوں کے طلباء یہاں علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے مدرسہ کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کے علاوہ اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب (المعروف بہ ضحری ملا صاحبؒ) کستان استاد صاحبؒ شامل ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور شیخ الحدیث سید بادشاہ گل صاحبؒ نے بعض دینی کتب مدرسہ اعظمیہ کے اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ یہی مولانا عبدالقادر صاحب دارالعلوم حقانیہ کے تاسیسی رکن اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے جان نثار تاحیات جاں نثار ساتھی حاجی محمد یوسف مرحوم اور حاجی عبدالصمد مرحوم کے والد بزرگوار تھے حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

۳۔ مدرسہ ضحری مولانا صاحب

حضرت مولانا سید عبدالنور صاحبؒ (المعروف بہ ضحری مولانا صاحبؒ المتوفی ۱۹۲۴ء) دارالعلوم دیوبند کے طبقہ اولی کے اکابر و مشائخ میں سے تھے رسم و رواج کے خلاف جہاد کے ساتھ ساتھ درس و تدریس میں بھی عمر بھر مصروف رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ سے ۱۳۱۰ھ میں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے ۱۳۱۵ھ میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دیوبند میں تدریس کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد اکوڑہ تشریف لائے اور یہاں مستقلاً قیام پذیر ہوئے۔ دارالعلوم عظیمیہ میں کچھ عرصہ تدریس کے بعد مسجد شیخ اخ الدینؒ میں باقاعدہ الگ مدرسے کا آغاز کیا، جس میں افغانستان، روس، ترکستان اور وسط ایشیا کے ملکوں کے طلباء علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب کے علاوہ قاضی زین العابدین صاحبؒ، مولانا شفیع اللہ صاحبؒ، مولانا سعادت شاہ صاحب، قاضی شریف الدینؒ، مولانا شاہ زمان کابلی، قاضی امین الحق صاحبؒ، مدرسہ ہذا کے فارغ التحصیل طلباء میں شامل ہیں۔

۴۔ مدرسہ قصابانو حاجی صاحبؒ

حضرت سید عبدالرحیم صاحب (المعروف بہ قصابانو حاجی صاحبؒ) کونڑ میں ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ عنفوان شباب میں بوجہ عداوت خاندانی وطن سے ہجرت کی اور اکوڑہ خٹک میں سید گل صاحب مرحوم کی مسجد قصابان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ علوم دینیہ کے حصول کے لیے ہندوستان اور بغداد کا سفر کیا۔ فراغت کے بعد مسجد قصابان میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے مدرسہ قائم کیا۔ حاجی صاحبؒ صاحب کشف و کرامات تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اور شیخ الحدیث سید بادشاہ گل صاحبؒ نے گلستان، بوستان، پنج گنج وغیرہ حضرت حاجی صاحبؒ سے پڑھیں۔ دور دراز سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھانے یہاں آتے تھے۔ اکوڑہ کے ممتاز عالم دین مولانا سمیع الحق اور حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب بھی ابتدا میں اس سرچشمہ علم سے فیض یاب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء تک حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات تک یہاں تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

۵۔ مدرسہ عبدالقیوم استاد صاحبؒ

اکوڑہ خٹک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالقیوم صاحبؒ (المعروف بہ ناظم مولاناؒ) نے موجودہ محلہ حاجی رحمان الدینؒ میں اپنی مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس کے لیے اس مدرسے کا آغاز کیا۔ موصوف کو ہدایہ پوری طرح حفظ تھا۔ طلباء کو زبانی طور پر ہدایہ پڑھاتے۔ بفقیر صاحب بھی یہاں مدرسین میں شامل تھے۔ بعد ازاں مولانا محمد عمر خٹک اکوڑی بھی مدرسین میں شامل ہوئے یہاں سے فارغ التحصیل طلباء میں مولانا محمد عمر خٹک خانزادہ عبدالحق صاحب آف شیدو، مولانا محمد عبداللہ استاد نوشہرہ، عبدالخالق خلیق صاحب، مولانا فضل من اللہ صاحب، مولانا سعادت شاہ صاحب زیارت کاکا صاحب، مولانا راحت گل صاحب، جناب اجمل خٹک

اور دوسرے قابل ذکر افراد شامل ہیں مولانا سمیع الحق نے بھی نظم فارسی کی کتابیں اسی مسجد میں مولانا مرحوم سے پڑھیں۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب کی وفات تک یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

۶۔ مدرسہ تعلیم القرآن

دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ۱۹۳۳ء میں اپنی مسجد میں درس نظامی میں شامل دینی کتب کی تدریس شروع کی۔ ۱۹۳۵ء میں آپ نے بچوں کے لیے دینی تعلیم کی غرض سے مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی جہاں پرائمری سکول میں رائج کتب کے علاوہ بچوں کو ناظرہ پڑھایا جاتا تھا۔ نماز جنازہ، نماز عید سکھائی جاتی تھی۔ اور بعض قرآنی سورتیں بچوں کو حفظ کرائی جاتی تھیں۔ اس مدرسے کے پہلے مدرس قاضی عبدالودود اسیر تھے۔ ابتدائی اساتذہ میں جناب صاحبزادہ صاحب، جناب غلام محمد صاحب، جناب عبداللطیف صاحب، جناب جیلانی صاحب شامل تھے۔

۹ مئی ۱۹۳۸ء کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحبؒ دیوبند سے اکوڑہ تشریف لائے اور مدرسہ تعلیم القرآن کا معائنہ فرمایا۔

آج کل مدرسہ تعلیم القرآن ہائی سکول کی صورت میں دارالعلوم حقانیہ کی بلڈنگ کے قریب ہی خوبصورت بلڈنگ میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ہزاروں بچے دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی بنیادی کتب سے فیض یاب ہو رہے ہیں اس وقت عبدالرحمن صاحب اس سکول کے پرنسپل ہیں۔ علاوہ ازیں بارہ اساتذہ تدریس میں مصروف ہیں۔

اس موقع پر خان لالے محمد زمان خان خٹک بھی موجود تھے۔ آپ نے فی البدیہہ نظم میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اس نظم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

یہ مولانا حسین احمد ہیں یارو
جنہیں تم دیکھتے ہو چشم سر سے
رکھو پاس ادب خاموش ہو کر
بھرو دامان دل علمی گہر سے
کہاں یہ بطل حریت کہاں ہم
جو لاتے گر نہ عبدالحق ہنر سے
ہیں مولانائے عبدالحق جو ہم میں
رہیں گے اے خٹک فتح و نصر سے
یہ مکتب درس اسلامی کا یارب
رہے محفوظ تر سوئے نظر سے

(یادگار خٹک صفحہ)

۷۔ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحبؒ (۱۹۱۴ء - ۱۹۷۸ء) نے ۱۹۵۷ء میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ علوم عربیہ کو جامعہ اسلامیہ کے نام سے باقاعدہ دینی درسگاہ کی شکل دی۔ ابتدا میں جامعہ اسلامیہ حضرت باباجی صاحبؒ کی مسجد (واقع محلہ ککے زئی) میں قائم کیا گیا۔ بعد ازاں حضرت باباجی صاحب کے مرید شیخ مکرم خان صاحب روحیلہ نے اس کے لیے برلب سڑک اپنی چاہی زمین وقف کر دی۔ جامعہ اسلامیہ پاکستان کی معروف درسگاہوں میں شامل ہے۔ آج تک ہزاروں تشنگان علوم دینیہ اس چشمہ فیض سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند گوہر جی مہتمم ہیں۔ حضرت مولانا سید بادشاہ صاحبؒ کے علاوہ جامعہ اسلامیہ کے ابتدائی مدرسین میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحبؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب حضرت مولانا عبدالقدیم صاحب شامل ہیں۔

۸۔ مرکز حفظ القرآن

قیام پاکستان سے قبل اکوڑہ خٹک میں دینی مدارس کا یہ اجمالی تعارف نامکمل رہے گا اگر یہاں پر مرکز حفظ القرآن کا ذکر نہ کیا جائے۔ اکوڑہ خٹک کے رئیس الحفاظ حافظ الف دین صاحب اپنی قیام گاہ پر سینکڑوں عاشقان قرآن کو کلام الٰہی حفظ کرا چکے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حافظ خوشحال دین صاحبؒ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اکوڑہ خٹک کے اکثر و بیشتر حفاظ کرام آپ کے شاگرد ہیں۔

پشتو ادبی ٹولنہ اکوڑہ خٹک

اس ادبی انجمن کا قیام ۱۹۵۵ء میں عمل میں آیا۔ جناب عبدالرزاق سنگین اس کے صدر تھے اور جناب رافع گل خٹک سیکرٹری ان حضرات کے علاوہ محمد یوسف الفت، جناب یوسف تندر، جناب عجب خان صابری جناب نواز حسرت اور دیگر شعرا نے اس انجمن کی کامیابی میں بھرپور کردار ادا کیا اور کئی مشاعروں کا اہتمام کیا۔

خوشحال ادبی جرگہ

۱۹۷۶ء میں قائم کیا گیا جناب رافع گل خٹک اس کے ابتدائی دور میں صدر رہے۔ جناب عجیب الرحمن کسکر، جناب محمد اشرف غازی جناب فضل اکبر سیلاب، جناب نثار کوثر، جناب محمد حنیف مخمور اور دیگر شعرا نے اس جرگے میں نمایاں ادبی خدمات انجام دیں اور مشہور مشاعروں کا اہتمام کیا۔

خوشحال ادبی جرگہ جو بعد میں خوشحال مرکزی ادبی ثقافتی جرگہ بنا

اس کے صدر صوبیدار محمد اشرف غازی تھے اور جناب فضل اکبر سیلاب اس کے سیکرٹری ۱۹۸۰ء میں اس جرگے نے جشن خوشحال میر

شرکت کے لیے صدر ضیاء الحق کو دعوت دی تھی اور وہ تشریف لائے تھے۔

مرکزی خوشحال ادبی ثقافتی جرگہ

۱۹۶۲ء میں اس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جناب رافع گل خٹک اس کے صدر منتخب ہوئے۔ فضل اکبر سیلاب اس کے سیکرٹری تھے۔ جناب عبدالرزاق سنگین، جناب احسان خٹک، جناب مثل خان راہی، جناب غمخور، جناب لعل جہان صادق، جناب طاہر فاروقی، جناب قاضی نواز اور دیگر شعراء اس کے ممبر تھے۔ اس جرگے نے نمایاں ادبی خدمات انجام دیں۔

مرکزی خوشحال ادبی اور ثقافتی جرگے اور خوشحال ادبی جرگے کے نام مختلف اوقات میں بدلتے رہے ہیں ویسے ان دونوں میں اکوڑہ کے چیدہ چیدہ پشتون شعراء شامل ہیں۔ جناب اجمل خان خٹک نے بھی کافی عرصہ اس جرگے کی سرپرستی کی ہے کچھ عرصہ جناب جان محمد خان خٹک اس جرگے کے صدر رہے۔ اس جرگے نے گذشتہ بیس پچیس سال سے مسلسل ہر سال مزار خوشحال پر جشن خوشحال کا اہتمام کیا ہے اور اس جشن میں جو مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ انہیں پشتو ادب کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں کے مشہور پشتو شعراء ان مشاعروں میں شرکت کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ پاکستان خوشحال ادبی جرگہ اکوڑہ جس کے سیکرٹری محمد یوسف الفت ہیں نے بھی کئی دفعہ مشہور مشاعروں کا اہتمام کیا ہے۔

دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ اسلامیہ کے سالانہ اجتماعات میں پشتو مشاعرے

اکوڑہ خٹک کے پشتون شعراء نے دارالعلوم حقانیہ اور جامعہ اسلامیہ کے سالانہ اجتماعات میں خصوصی نشستوں میں مشاعروں کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے اور ان دونوں دینی مدارس اور ان کے بانیوں کو پشتو زبان میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ان اداروں کے چند اجتماعات کے مشاعروں کے مصرعہ ہائے طرح ع

۱۔ راشه چه په نور د قرآن ټول جهان روښانه کړو
(اجتماع دارالعلوم حقانیه ۱۹۵۰)

۲۔ همیشه تر و تازه د ګلزار او سه
(اجتماع دارالعلوم حقانیه ۱۹۵۲)

۳۔ ولېږه شه مسلمانه د خپل ځانه خبردار شه
(اجتماع جامعه اسلامیه ۱۹۵۲)

۴۔ مسلمه دلته بخ د دین دنیا عزت او
(اجتماع دارالعلوم حقانیه ۱۹۵۵)

۵۔ راوتلي کان د علم وا وه عرفان دے
(اجتماع جامعه اسلامیه ۱۹۵۵)

۶۔ د علم په رڼا به حقاني دنيا روښانه کړي
(اجتماع دارالعلوم حقانیه ۱۹۵۵)

۷۔ فخر د مسلم د حقاني په ګلستان دے
(اجتماع دارالعلوم حقانیه ۱۹۵۷)

۸۔ دلته د عرفان ګلونه ښکلي غوړېدلي دي
(اجتماع جامعه اسلامیه ۱۹۵۷)

۹۔ حقانيه مثال په لاس د علميت ورکوي
(اجتماع دارالعلوم حقانیه

اکوڑہ خٹک کا شاندار سیاسی عصر حاضر

ادبی، علمی اور مذہبی میدانوں میں جس طرح اکوڑہ خٹک کا زمانہ حال ماضی کی طرح شاندار رہے ویسے ہی سیاسی لحاظ سے بھی اکوڑہ خٹک دور حاضر کی سیاست میں شاندار روایات اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے اس کے شاندار زمانہ ماضی کی طرح اس کا زمانہ حال اور عصر حاضر بھی شاندار ہے۔ جہاں گزشتہ ۲۲ سالوں سے اکوڑہ خٹک ہی سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے ارکان مسلسل منتخب ہوتے آ رہے ہیں۔ وہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وقت حاضر میں جمعیۃ العلماء (سمیع الحق گروپ) کی مرکزی قیادت اکوڑہ خٹک میں ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اس کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ سینیٹر کی حیثیت سے شریعت کے نفاذ کے سلسلے میں آپ کی مساعی جمیلہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جہاد افغانستان کے سلسلے میں آپ کا نمایاں کردار کسی سے مخفی نہیں اور وہاں پر اسلامی حکومت کے قیام کے لیے آپ کی تگ و دو اظہر من الشمس ہے۔ اسی طرح عوامی نیشنل پارٹی کی مرکزی قیادت بھی اس وقت اکوڑہ خٹک ہی میں ہے۔ بزرگوار جناب اجمل خٹک ایم این اے اس پارٹی کے موجودہ صدر کی حیثیت سے اپنا کردار جس خلوص اور محنت سے ادا کر رہے ہیں۔ وہ قابل صد ستائش ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام ۱۹۷۰ء میں اکوڑہ میں عمل میں لایا گیا اس کے بنیادی کارکنوں میں سید عمر حسن شاہ، سید عبدالحق باپا، احمد اللہ صدیقی عاشق صدیقی، عنایت اللہ، عابد صدیقی، اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جناب میاں مظفر شاہ صاحب جن کو اس علاقے میں اس وقت بھی مرکزی قیادت حاصل ہے بنیادی لحاظ سے اکوڑہ خٹک ہی کے ہیں وہ خوشحال خان کے بھائی فقیر جمیل بیگ خٹک کی اولاد میں سے ہیں جن کے والد نوشہرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

مسلم لیگی کارکنوں میں اس وقت محلہ سگے زئی کے محمد اسلم، لعل شاہ، محلہ فرید خان کے پرویز ملک پیش پیش ہیں اور پارٹی کو فعال بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

کلماتِ اعتذار

راقم الحروف کا ارادہ تھا کہ اکوڑہ خٹک کے اس تذکرے میں علمی سیاسی اور ادبی لحاظ سے اس خطہ زمین کی تمام قابل فخر ہستیوں کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا لیکن مقالے کی طوالت اس ارادے کی راہ میں حائل رہی۔ انشاءاللہ تاریخ اکوڑہ میں ان قابل فخر شخصیات کا مفصل ذکر ہوگا اس مقالے میں اگر کوئی قابل فخر زندہ وفات شدہ شخصیت کا ذکر نہ ہو تو اس کے لیے قارئین کرام سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔

جن حضرات کے بارے میں اس مقالے میں تفصیلی ذکر کا ارادہ تھا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا ۔ اکوڑہ کی مذہبی وعلمی شخصیات (۱) حضرت مولانا سید عبدالنور صاحب المعروف بہ صخری (۲) حضرت مولانا عبدالقادر صاحب شیخ صدیقی (۳) پیر طریقت حضرت سید مہربان شاہ صاحب (۴) حضرت سید مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ قصاباز حاجی صاحب (۵) بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب (۶) حضرت مولانا سید محمد اکبر شاہ صاحب (۷) حضرت مولانا سید ابراہیم شاہ صاحب۔ (۸) حضرت مولانا سید قدرت شاہ صاحب (۹) حضرت مولانا امیر الدین قریشی صاحب (۱۰) حضرت مولانا شفیع اللہ صاحب (۱۱) حضرت مولانا قاضی امین الحق صاحب (۱۲) حضرت مولانا سفید شاہ صاحب (۱۳) حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب (۱۴) حضرت مولانا محمد عمر صاحب (۱۵) قاضی عظیم اللہ صاحب (۱۶) حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب (۱۷) حضرت مولانا قاضی نسیم الدین صاحب (۱۸) حضرت مولانا حافظ محمد اسرار الحق صاحب فاضل دیوبند (۱۹) حضرت مولانا سمیع الحق صاحب (۲۰) قاضی حبیب الرحمن صاحب (۲۱) حضرت مولانا انوار الحق صاحب (۲۲) حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت مولانا قاضی انوار الدین صاحب (۲۴) حضرت مولانا سید اطہر علی شاہ صاحب عرف گوہر جی مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ اور دیگر حضرات (۲۵) حضرت مولانا فضل من اللہ صاحب (۲۶) حضرت مولانا راحت گل صاحب (۲۷) جناب سید اصغر شاہ صاحب۔

ب ۔ اکوڑہ کی ادبی شخصیات۔

(۱) خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک (۲) جناب اجمل خٹک (۳) جناب عبدالرزاق سنگین (۴) جناب عجیب الرحمن کسکر (۵) جناب رافع گل خٹک (۶) جناب شیر بہادر ساقی (۷) جناب سراج الاسلام سراج (۸) جناب فضل اکبر سیلاب (۹) جناب مثل خان راہی (۱۰) جناب لعل جہان صادق (۱۱) جناب میر حسین صدیقی (۱۲) جناب سراج خٹک اور دیگر شعرا ادبا۔ جناب سید نور بادشاہ، جناب نعمت اخوند شیخ صدیقی، جناب حاجی محمد یوسف، جناب حاجی رحمان الدین، جناب مالک امر الٰہی، جناب حاجی غلام محمد، جناب خان بہادر محمد امین، جناب بابو نور الٰہی، جناب رسالدار عبداللہ خان۔

ج ۔ دیگر اہم شخصیات میں جناب ڈاکٹر فضل کریم صدیقیؒ، جناب خان محمد خان خٹک، جناب حاجی محمد آشم، جناب سیف الحق صدیقی۔ جناب رسالدار عبداللہ خان، جناب ملک رحیم گل، جناب قاضی شمس الحق، جناب قاضی علی اصغر، جناب تاج محمد خٹک، جناب حاجی محمد گگے زئی، جناب قاضی مستحسن الدین، جناب ہمایوں حقی، جناب مولانا روح الامین، جناب ملک فرید خان، جناب حافظ خوشحال دین، جناب محمد حسین، جناب محمد ہاشم روہیلہ، جناب حاجی محمد شفیق صاحب صدیقی جناب محمد شفیق صدیقی، جناب سید اکبر شاہ، جناب بابو عبدالودود صدیقی، جناب قاضی ظہیر الدین، جناب قاضی عبدالودود اسیر اور دیگر حضرات۔

اکوڑہ خٹک میں حضرت سیّد آدم بنوری کا ورودِ مسعود

حضرت سیّد آدم بنوریؒ اسلامی دینی حلقوں میں مشہور شخصیت ہیں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفاء نامدار میں سے تھے اور اس دور کے مشاہیر بزرگوں میں سے تھے ان کی کرامات وغیرہ کے اکثر قصے لوگ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ آپ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے سرائے اکوڑہ پہنچے جہاں آپ نے حضرت شیخ المشائخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ (ماہنامہ بینات یوسف بنوریؒ نمبر)

مرکزیت

ہند سے تا شام تیری مرکزیت کا ہے زور
نغمۂ سازِ حجاز پاک میں ہے تیرا شور
تیری حکمت، تیری دانش دین کا برہان ہے
تیری ہستی ترجمانِ جذبۂ قرآن ہے
تو حدیثِ مصطفیٰؐ کے آئینہ داروں میں ہے
قصرِ آزادی کے تو ممتاز معماروں میں ہے
اپنے مرکز کی طرف دنیا سمٹ کر آگئی
تیری فطرت کل جہانِ رنگ و بو پہ چھا گئی
دیدۂ اسلاف کا آنکھوں میں تیری نور ہے
جو کبھی بجھتا نہیں ایسا چراغِ طور ہے